لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

دین فطرت کا دستور العمل

عبادات کا رخ براہ راست خالق کی طرف ہوتا ہے، کردار انسانی میں جہاں سابقہ ایک مخلوق کا دوسری مخلوق سے رہتا ہے ان حصوں کا نام اخلاق اور معاملات ہے۔ اس میں انسان کا برتاؤ انسان کیساتھ، بیوی کے ساتھ، ماں کے ساتھ، محکوم کے ساتھ، ہم سفر کے ساتھ، خود اپنے نفس کے ساتھ غرض سب ہی کے ساتھ آجاتا ہے، قرآن نے زندگی کے ان سارے شعبوں سے متعلق ایک ہمہ گیر رابطۂ عمل پیش کیا ہے۔ معاملات کو عبادت کے حکم میں داخل کیا ہے اور اپنے پیروؤں کو ہرگز آزاد و بے قید نہیں چھوڑا ہے کہ جو چاہیں کھائیں پئیں، جس طرح چاہیں رہیں اور جس سے جس طرح جی میں آئے ملیں جلیں۔

دین فطرت کے دستور العمل میں فطرت بشری کے مطابق ہر جگہ مناسب قیود، ہر قدم پر مصلحت وحکمت کے حدود۔ عورت کو اتنا دبایا کہ بیوی کو باندی بنا کر چھوڑا نہ اتنا چڑھایا کہ شوہروں پر دھوکا زن مریدوں اور زن پرستوں کا ہونے لگے۔ ان کے حقوق ان کے اوپر، ان کی ذمہ داریاں ان کے سر۔ ہر معاملے میں زورِ حق سے کہیں زیادہ فرض پر۔ خرچ میں نہ اسراف کی اجازت نہ بخل کی حمایت، ہر چیز نقطۂ اعتدال پر نہ افراط یا زیادتی کی لعنت، نہ تفریط یا کمی کی شامت۔ کوئی چوری کرے تو اپنے ہاتھ سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ نکاح کے دائرہ سے قدم باہر نکالے تو جیتا بھی نہ بچنے پائے۔ ماں باپ کی خدمت کی تاکید شدید، عزیزوں، مسکینوں، پڑوسیوں، ہمسایوں کے حقوق ادا کرنے واجب۔ بلا ضرورت اور بغیر مقصد صحیح کسی مخلوق پر بھی ہاتھ اٹھانا جائز نہیں۔

حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

(نشریات ماجدی ص ۲۳-۲۴)

۱۰/ جنوری ۲۰۰۱ء

فی شمارہ ۶/ روپے

سالانہ ۱۳۰/ روپے

Regd. No.LW/ NP/ 63

Fax No. : (0522)330020

FORTNIGTLY

Principal off : 788166
Guest Haous : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India)

Rs.12

دار العلوم دیوبند

رہنما مکتب فکر، تحریک دعوت واصلاح، اہم تعلیمی وتربیتی ادارہ

عربی میں مولانا محمد عبید اللہ صاحب اسعدی (استاد جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ)

کے قلم سے دار العلوم دیوبند کا مکمل تعارف

ادارہ، تحریک اور جماعت، عقائد، افکار ونظریات، رجال کار، ممتاز فضلاء، اور علم وعمل کے میدان میں اکابر دیوبند اور فضلاء دیوبند کی متنوع خدمات، اور عالم اسلامی بالخصوص عالم عربی میں دیوبند کی خدمات کے اعتراف وتحسین کا مفصل تذکرہ۔

"امید ہے کہ یہ کتاب جو اپنے موضوع پر انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ پوری وسعت فکری اور اعتدال وتوازن کے ساتھ پڑھی جائے گی۔"

مقدمہ کتاب

از: مفکر اسلام سید ابو الحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ

صفحات ۸۳۹

قیمت ۲۵۰/ روپے

ناشر: شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیوبند

ملنے کے پتے

مکتبہ دار العلوم دیوبند ... ومکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

محمد عبيد الله الأسعدي

دار العلوم ديوبند

مدرسة فكرية توجيهية ،حركة إصلاحية دعوية،

موسسة تعليمية تربوية

قدم له:

سماحة العلامة السيد أبوالحسن علي الحسني الندوي

فضيلة الشيخ القاضي محمد تقي العثماني

فضيلة الشيخ المفتي سعيد أحمد البالنبوري

الناشر

شيخ الهند اكيدمى

دار العلوم ديوبند

مسلمان بچوں کا کامیاب نصاب تعلیم

از:- حکیم شرافت حسین رحیم آبادی

آسان زبان اور دلنشین انداز

☆اچھا قاعدہ ☆ اچھی باتیں چھ حصے ☆اللہ کے رسولؐ ☆حضرت ابو بکرؓ ☆حضرت عمرؓ ☆حضرت عثمانؓ ☆حضرت علیؓ ☆حضرت خدیجہؓ ☆حضرت عائشہؓ ☆حضرت سودہؓ ☆اچھے قصے ☆آسان فقہ ☆ہمارا ایمان

آپ اگر چاہتے ہیں کہ آپ کے بچے ابتداء ہی سے مومن اور مسلم بنیں کفر والحاد سے ان کے اندر نفرت کا جذبہ پیدا ہو، تو آج ہی آپ اپنے معصوم نونہالوں کو یہ کامیاب نصاب تعلیم پڑھائیں جس کا اعتراف مفسر قرآن مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ جیسے مشاہیر علماء نے کیا ہے۔ حکیم صاحب رحیم آبادی نے طویل تجربہ اور محنت کے بعد یہ کتابیں لکھیں۔

ملک اور بیرون ملک کے ہزاروں مکاتب اور مدارس نے اپنے یہاں داخل نصاب کیا۔ بعض لوگ غیر قانونی طریقہ پر کتابوں کو ناقص اور ادھوری شکل میں شائع کر کے مجرمانہ حرکت کر رہے ہیں۔ آپ ایسے دھوکہ بازوں سے ہوشیار رہیں۔ اور کتابیں براہ راست ناشر مکتبہ دین ودانش مکارم نگر لکھنؤ سے رعایتی قیمت پر حاصل کریں۔

فون نمبر - 0522-327970

مکتبہ دین ودانش مکارم نگر لکھنؤ

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Majlis Sahafat-Wa-Nashriat, Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow- U.P.

Editor: *Shamsul Haq Nadwi*

تعمیر حیات

پندرہ روزہ — لکھنؤ

مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۸ | ۱۰ر جنوری ۲۰۰۱ء | مطابق | ۱۴ر شوال ۱۴۲۱ھ | شمارہ نمبر ۵

نگرانِ اعلیٰ
مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء

مدیر اعلیٰ
شمس الحق ندوی

مدیر معاون
سید محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون

سالانہ ---- =/۱۳۰ روپے
فی شمارہ ---------- =/۶ روپے

بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی
و امریکی ممالک ...... ۳۰ ڈالر

بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ...... ۱۵ ڈالر

☆☆☆

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/130 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

گذارش

خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے
(منیجر)

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹر سیکشن مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

پاکیزہ زندگی اختیار کیجیے

• شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

"مسلمانو! سنت کی پیروی اختیار کرو اور بدعات سے مجتنب رہو۔ اللہ اور اس کے رسولؐ برحق کی فرمانبرداری کرو۔ اور ان کی حکم عدولی مت کرو اللہ تعالیٰ کو واحد یکتا سمجھو اور مخلوقات میں سے کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ خدا تعالیٰ کو تمام عیوب سے پاک جانو۔ اور اس پر بہتان نہ لگاؤ۔ اسلام کو ایک سچا اور نجات دہندہ مذہب یقین کرو اور اس میں شک و شبہ نہ لاؤ۔ مصائب اور آفات میں صبر و تحمل سے کام لو اور گھبراؤ ہرگز نہیں، مشکلات میں ثابت قدم رہو۔ اور خوف زدہ ہو کر بھاگو نہیں اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل و کرم طلب کرو۔ اور سوال و التجا میں تامل مت کرو۔

رحمتِ خداوندی کا انتظار کرو۔ امید رکھو اور مایوس و نا امید مت ہو۔ آپس میں دوستی۔ خدا ترسی اور محبت و رواداری کا سلوک رکھو اور باہم عداوت و مخاصمت مت رکھو۔ گناہوں سے بالکل پاک محفوظ رہو اور غفلت و بے احتیاطی سے ان میں ملوث و آلودہ مت ہو۔

اپنے پروردگار کے ذکر و عبادت سے حقیقی زیب و زینت حاصل کرو۔ اپنے خالق و مالک کی بارگاہ سے دور نہ ہو اور اس کی طرف متوجہ ہونے سے منہ نہ پھیرو توبہ کرنے میں تاخیر ہرگز نہ کرو اور اپنے پروردگار کے حضور گذشتہ گناہوں کی معافی چاہنے میں شب و روز کی بھی دقت شرم یا جھجک محسوس نہ کرو کیوں کہ ان کا در مغفرت ہر وقت باز ہے۔

جب تم میرے ان نصائح پر عمل پیرا ہو گے تو امید ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے رحم کیے جاؤ اور نیک بخت قرار دیے جاؤ۔ عذابِ دوزخ سے بچائے جاؤ۔ اور جنت میں خوش و خرم پہونچائے جاؤ۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب و وصل نصیب ہو اور دار السلام میں بہشت کی تمام نعمتوں سے محفوظ و فیضیاب کیے جاؤ۔ اور پھر اس ناز و نعم میں ہمیشہ رکھے جاؤ۔ طرح طرح کی خوشبوؤں اور خوش آواز لونڈیوں کے ساتھ مسرور و مطمئن کیے جاؤ اور سب سے مبارک یہ کہ انبیاءؑ، صدیقینؓ، شہداء اور صالحینؒ کے ساتھ مقام علیین میں عزت و رفعت بخشے جاؤ۔

اچھی باتیں

• دانائیوں میں اعلیٰ درجہ کی دانائی تقویٰ ہے اور کمزوریوں میں سب سے بڑی کمزوری بداخلاقی اور بداعمالی ہے۔

• تمہاری عمر برابر گھٹتی جا رہی ہے بس جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اس سے کسی کی مدد کر جاؤ۔ مومن وہ ہے جو زادِ آخرت مہیا کرے اور کافر وہ ہے جو دنیا کے مزے اڑانے میں مشغول ہے۔

نہرِ زبیدہ

ہارون رشید بغداد کے زبردست خلیفہ گزرے ہیں۔ ان کی بیوی کا نام زبیدہ تھا۔ بی بی زبیدہ خدا ترس اور نیک خاتون تھیں۔ ایک بار وہ حج کو گئیں وہاں پانی کی قلت تھی، بچے بوڑھے عورتیں پردیسی سبھی پریشان تھے زبیدہ نے سوچا کسی نہ کسی طرح مکہ میں پانی پہنچنا چاہیے۔ وطن لوٹ کر بی بی زبیدہ نے ملک کے بڑے بڑے انجینیروں کو بلایا۔ کاریگروں کو بلایا سب نے مشورہ کرنے کے بعد بتایا کہ پہاڑ سے ایک چشمہ بہہ کر حنین کی طرف آتا ہے لیکن اس کو مکہ سے لا دینا آسان کام نہیں۔ بیچ میں پہاڑوں کا خطرناک سلسلہ ہے نہر کے بننے میں وقت اور پیسہ کافی خرچ ہوگا۔

زبیدہ نے کہا کہ اگر ایک پھاوڑا چلانے کی مزدوری ایک اشرفی بھی طے ہوگی تو ادا کی جائے گی۔ مگر نہر کو مکہ سے ملانا ہوگا۔

پھر کیا تھا کام شروع ہو گیا آس پاس کے کھیت، باغ اور زمین پہلے ہی خریدی جا چکی تھی، پہلا پھاوڑا خود بی بی زبیدہ نے چلایا۔ مزدوروں، کاریگروں اور انجینیروں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کیا پہاڑ سے نکلنے والے چشمے اور ندی نالے آپس میں ملا دیے گئے۔ جس سے تیز بہنے والی نہر بن گئی، تین سال کی لگاتار محنت کے بعد مکۂ معظمہ تک پہنچ گئی۔ سب کی محنت کام آئی زبیدہ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

دراصل یہ بی بی زبیدہ کا دیکھا ہوا ایک خواب تھا۔ ایک بزرگ نے انھیں بتایا تھا کہ ایک نہر تعمیر کراؤ گی جس سے خدا کی ساری مخلوق فائدہ اٹھائے گی۔ خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔ اور اس کا نام نہر زبیدہ مشہور ہوا۔ اس نہر کی وجہ سے بی بی زبیدہ اپنے شوہر ہارون رشید کی طرح تاریخ میں مشہور ہوئیں۔

اِس شُمارے میں

۱	پاکیزہ زندگی اختیار کیجئے	شیخ عبد القادر جیلانیؒ	۲
۲	دعوت اسلام (اداریہ)	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۵
۳	بارگاہِ نبویؐ میں (نظم)	خواجہ الطاف حسین حالی	۶
۴	رمضان کے بعد	حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ	۷
۵	اصلاح معاشرہ کی بنیاد	مولانا عبد اللہ عباس ندوی	۱۰
۶	آخرت کی فکر کیجئے	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۳
۷	مولانا سید محمد لقمان اعظمی ندوی اللہ کے حضور میں	شمس الحق ندوی	۱۷
۸	سپاس نامۂ عقیدت واحترام	ع۔ ع۔ ن	۱۹
۹	مردِ مومن مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ	مولانا نور عالم خلیل امینی	۲۰
۱۰	آداب مطالعہ	محمد صالح المنجد	۲۶
۱۱	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۲۸
۱۲	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۹
۱۳	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۳۰

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30

۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سنٹی میٹر =/۵۰

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ	Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb. P.O. Box No. 842, Madina Munawwara (K.S.A.)
برطانیہ	Mr. M. AKRAM NADWI O C I S , St. Cross College, Oxford Ox1 3TU-U.K.
ساؤتھ افریقہ	Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb. P.O Box 388, Vereninging,(S. Africa)
قطر	Mr. ABDUL HAI NADWI Sb. P.O Box No. 10894, DOHA-QATAR
دبئی	Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb. P.O Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.) P.H. No: – 3970927
پاکستان	Mr. ATAULLAH Sb. Sector A:50, Near sau Quater H. No. 109, Town Ship Kaurangi, KARACHI-31 (Pakistan)
امریکہ	Dr. A. M. SIDDQUI Sb. 98-Conklin Ave, Woodmere NEW YORK 11598 (U.S.A.)

Internet Web-site: http://nadwa.virtualave.ne.
e-mail address: airp@lw1.vsnl.net.in

اداریہ

دعوتِ اسلام

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

دین حق کی دعوت کے کام کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات پوری طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ مسلمان داعیوں نے علی العموم پُر امن طریقوں سے کام کیا ہے اور اسلام کے حلقہ بگوش دین حق کے حلقہ میں زیادہ تر ان کی پُر امن کوششوں سے داخل ہوئے۔ جنگوں کا اثر اس میں بہت ہی کم رہا ہے خاص طور پر وہ جنگیں جن کے پیچھے دعوت حق کے اصولوں پر عمل نہیں پیش کیا گیا۔ البتہ اسلام کے نرم خو مخلص اور محب انسانیت داعیوں نے محبت اور خوش اخلاقی کے ذریعہ یہ کام انجام دیا کہ جس کے نتائج بڑے عظیم ظاہر ہوئے، خاص طور پر برصغیر ہند و پاک میں اسلام پھیلنے کا سہرا دراصل ان مخلص اور زاہد داعیوں اور مربیوں کا ہے جو صوفیہ کہے جاتے ہیں، جن میں سے ایک ایک کے ہاتھ پر لاکھوں غیر مسلم اسلام کے گرویدہ ہوئے اور حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے، پورا کشمیر ایک مخلص داعی شیخ علی ہمدانی کی کوششوں کا مرہون منت ہے۔ پنجاب کا بیشتر حصہ شیخ علی متقی کی کوششوں کا مرہون منت ہے شمالی وسطی ہندوستان شیخ معین الدین اجمیری کی کوششوں کا مرہون منت ہے، بنگال کا بیشتر حصہ حضرت سید احمد شہید کے خلفاء کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔

اسی طرح افغانستان، ترکستان، شمالی افریقہ، مشرقی افریقہ اور جہاں جہاں مسلمانوں کی آج اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی جنگوں سے اسلام نہیں پھیلا بلکہ مخلص اور پُر امن داعیوں کی کوششوں سے پھیلا۔ اس کا ثبوت وہاں کی مذہبی تاریخ سے ملتا ہے، اسلام نے انسانی زندگی کیلئے جو رہنمائی اور ہمدردی کا ثبوت دیا ہے یہ سب اس کا اثر ہے حتیٰ کہ عرب مسلمان تاجر جن جن علاقوں میں اپنے کاروبار کی غرض سے گئے، وہاں ان کی زندگی کی خوبیوں کے اثرات پڑے اور بکثرت لوگ مسلمان ہوئے، ان میں ہندوستان مالابار کا علاقہ ملیشیا انڈونیشیا کے علاقے جنوبی حبش کے مختلف حصے فلپائن کے جنوبی ساحل میں داخل ہیں۔

اور آج دنیا کا کوئی ملک خواہ یورپ میں ہو یا امریکہ اور آسٹریلیا میں ہو، سب جگہ اسلام کے داعی اور ان کے اصلاحی اور دعوتی ادارے اور جماعتیں موجود ہیں جو محض اللہ کی رضا کیلئے بے نفسی و دنیاوی بے بضاعتی کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور فائدہ پہونچ رہا ہے، ان کو وہاں کی حکومتوں کی طرف سے سخت دشواریوں کا سامنا بھی ہے، لیکن صبر و خاموشی کے ساتھ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ لوگ اس طرح نہ صرف یہ کہ داعی اور مبلغ ہیں بلکہ اپنے اپنے علاقوں کی قوموں پر گواہ بھی ہیں کہ ان کے علاقوں کی قوموں نے دین حق کی دعوت کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا اور خدا اور رسول کے مقام کو کہاں تک مانا اور قبول کیا، ان کی گواہی قیامت کے روز ان لوگوں کو شرمندہ کرے گی، جنھوں نے دعوتِ حق کو ملنے سے گریز کیا اور اس کو سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوئے تھے

اس طرح یہ امت وسط صرف یہ کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عمل کو انجام دیتی رہی بلکہ اپنی معاصر قوموں پر گواہ بننے کے لائق بنی اور خیر امت کے لقب کی مستحق ثابت ہوئی۔

اس امت کے سربراہ آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس امت کے لئے نمونہ اور مثال ہے جنھوں نے اپنی تیئیس ۲۳ سالہ دعوتی زندگی میں سے شروع کے تیرہ سال نہایت قربانی اور صبر کے ساتھ دین حق کے پیغام کو پھیلانے اور پہنچانے میں گذارے اور سخت سے سخت اذیت کا ادنیٰ سے ادنیٰ جواب نہیں دیا۔ اور اپنے صحابہؓ کو بھی سختی کے ساتھ اس پر

عمل پیرا بنایا، پھر زندگی کے دس سال میں دعوت کے کام کو پرامن ہی بنایا اور جنگیں صرف دشمن کے حملوں اور مقابلوں کے جواب میں کیں، اوران میں بھی جنگ کے دوران اسلام اتنا نہیں پھیلا جتنا آپ کے معاہدہ صلح کی دوسالہ مدت میں پھیلا، تاریخ کا کھلے دل کے ساتھ مطالعہ کرنے پر یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اسلام جنگ سے نہیں پھیلا، اسلام خلوص ومحبت اور انسانی ہمدردی کے ساتھ پھیلا، اس پر تلوار سے پھیلنے کا الزام بالکل الٹی بات ہے اور اسلام کے رواداری اور رعایت کے رویہ کے ساتھ بالکل مطابقت نہیں رکھتی، اسلام کے داعیوں نے اپنے کھلے دشمنوں کے ساتھ بھی ہمدردی اور رعایت کا معاملہ کیا، فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کی اعلیٰ مثال ہے جس کی مثالیں ہم کو مسلمانوں کی بہت سی جنگوں میں ملتی ہیں۔ اور یورپ کے مورخین بھی جانتے ہیں کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو لڑکر جب واپس لیا ہے تو اپنے دشمنوں کے ساتھ کیسا رعایت وہمدردی کا سلوک کیا، سلطان صلاح الدین ایوبی سے سخت دشمنی کے باوجود ادب کے مورخین نے ان کی اس انسانیت نوازی کا اعتراف کیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسلام کی تاریخ کو اس کی ان جنگوں کے وقت میں نہ دیکھا جائے جو سپاہیوں نے اپنی حکومت کیلئے کیں، اسلام کو اسلام پر نمونۂ عمل کرنے والوں کی زندگیوں اور ان کے عمل وکوشش میں دیکھا جائے اور انسانیت نوازی کا مطالعہ کیا جائے تب ہی اسلام کی صحیح شکل سامنے آتی ہے۔

بارگاہِ نبوی میں

• خواجہ الطاف حسین حالیؔ

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے — امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے
جس دین سے مدعو تھے کبھی قیصر وکسریٰ — خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے — اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے
جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا — اب جنگ وجدل چار طرف اس میں بپا ہے
چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں — پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی — ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے
دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت — سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں — بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

عقیدت مندی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے

مولانا شاہ شبیر عطا صاحب ندوی بن محدث کبیر مولانا شاہ حلیم عطا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "پرانے چراغ" میں مفصل تذکرہ ہے، عرصہ دراز سے خانقاہ سلون کے سجادہ نشین ہیں اور علمیت سادگی اور منکسر مزاج طبیعت کے ساتھ دعوت واصلاح کا کام انجام دے رہے ہیں ان سے ارادتمندوں کو بے پناہ عقیدت ہے۔

مولانا موصوف دار العلوم ندوۃ العلماء کے رکن انتظامی بھی ہیں اور معتقدین کی انتہائی محبت وعقیدت کے باوجود تقریباً پچیس سال سے مسجد دار العلوم ندوۃ العلماء میں اعتکاف فرماتے ہیں چاند ہوتے ہی رات ہی کو سلون روانہ ہوجاتے ہیں۔ اور عید کی نماز خود پڑھاتے ہیں۔ اس سال ایک مسجد کی توسیع کیلئے چندہ کا اعلان ہوا لیکن لوگ توجہ نہیں کر رہے تھے شاہ صاحب نے اپنی گھڑی دی وہ نیلام ہوئی پھر شال دی جو ۲۵ ہزار میں نیلام ہوئی پھر اس کے بعد اتنا چندہ ہوا کہ توسیع مسجد کی ضرورت کیلئے کافی ہوگیا۔ اس واقعہ نے ان بڑے بزرگوں کی یاد تازہ کردی جب رؤسا بزرگوں کے اس طرح کے تبرکات کو ہزاروں روپیے میں خرید لیا کرتے تھے، اس واقعہ سے اندازہ ہوا کہ عوام کے اندر اہل اللہ اور بزرگوں سے کیسی عقیدت ومحبت ہے اگر خلوص کے ساتھ کام کیا جائے تو اس سے بڑا فائدہ پہونچایا جاسکتا ہے اور اس کے ذریعہ اصلاح وتربیت کا بڑا کام لیا جاسکتا ہے، شاہ صاحب سجادہ نشینی کے ساتھ گہرے علم اور غیر معمولی ذہانت ظرافت اور سادگی کی اعلیٰ مثال ہیں، اللہ تعالیٰ عرصۂ دراز تک ان کی ذات سے ارادتمندوں کو فائدہ پہنچاتا رہے

(ادارہ)

رمضان کے بعد

• حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

> حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی قدس سرہ کا یہ وہ تاریخی مضمون ہے جو آج سے ۵۴ سال پہلے ماہنامہ صبح صادق لکھنؤ میں جون ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا تھا۔ (ادارہ)

رمضان المبارک کا مہینہ گذر گیا، اس کے گذرنے سے بہت سے لوگوں پر ایک مایوسانہ کیفیت طاری ہوئی جیسے کوئی عزیز مہمان رخصت ہوجائے اور بہت دنوں میں اس کے آنے کی امید ہو بہت سے لوگوں پر ایک اطمینانی کیفیت طاری ہوئی۔ جیسے ان کا کام ختم ہوگیا اور اب ان پر کوئی ذمہ داری نہیں، یہ دونوں کیفیتیں اللہ اور اس کے رسولؐ کے منشا اور رمضان المبارک کی روح اور پیام کے منافی ہیں۔ رمضان اگر رخصت ہوا تو ایمان اور اس کے تقاضے، شریعت اور اس کے احکام اللہ تعالیٰ اور اس سے تعلق بہرحال باقی ہے، رمضان درحقیقت ایک دور کا خاتمہ نہیں ایک دور کا آغاز ہے۔ رمضان انتہا نہیں ابتدا ہے۔ رمضان سب کچھ لیکر اور سب نعمتیں تہہ کرکے اور لپیٹ کر نہیں جاتا ہے، وہ بہت کچھ دیکر، جھولیاں بھر کر اور نعمتیں لٹاکر جاتا ہے، رمضان کے بعد آدمی گناہوں سے ضرور ہلکا ہوتا ہے لیکن ذمہ داریوں سے بوجھل اور گرانبار ہوجاتا ہے اس سب کے باوجود بہت سے بھائی دل میں کہتے ہوں گے کہ رمضان گیا اب کیا کریں؟ اس مختصر مضمون میں اسی سوال کا جواب مقصود ہے، یہاں ان باتوں کا تذکرہ کیا جائے گا جو رمضان کے بعد لعمیش کرنے کی ہیں۔

۱۔ توبہ سب سے مقدم اور اہم کام یہ ہے جس کیلئے کسی زمانہ اور مقام کی قید نہیں مگر رمضان المبارک اس کی تحریک اور تقاضا پیدا کرتا ہے اور اس کو آسان بنادیتا ہے یہ ہے کہ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے ٹوٹا ہوا رشتہ یا چھوٹا ہوا رشتہ جوڑیں، توبہ کی قرآن وحدیث میں اس قدر ترغیب وتاکید ہے اور اس قدر اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو جو ایمان کے بعد سب سے اہم چیز معلوم ہوتی ہے قرآن شریف میں ہے:-

وَتُوبُوا إِلَى اللهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

تم سب اے ایمان والو! اللہ کی طرف رجوع اور توبہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

دوسری جگہ ہے:-

تُوبُوا إِلَى اللهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا

اللہ سے سچی اور مخلصانہ توبہ کرو۔

کہیں کہیں مومنین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے بڑی بڑی عبادتوں اور فضیلتوں سے پہلے توبہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (التوبہ ع ۱۱)

وہ توبہ کرنے والے ہیں بندگی کرنے والے شکر کرنے والے بے تعلق رہنے والے سجدہ کرنے والے حکم کرنے والے نیک بات کا اور منع کرنے والے بری بات سے اور حفاظت کرنے والے ان حدود کے جو باندھے اللہ نے اور خوشخبری سنادے ایمان والوں کو

حدیث شریف میں آتا ہے:-

کلکم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون

تم سب اے انسانوں خطاکار ہو اور گنہگار ہو اور خطاکاروں اور گنہگاروں میں سب سے بہتر کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے:-

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ ہی نہیں

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے کی توبہ سے ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے کہ ایک قصہ ہے کہ ایک شخص اپنا سارا سامان واسباب خوراک ایک اونٹ پر باندھ کر کے ایک ریگستان کا سفر کررہا تھا اس کا اونٹ کھوگیا وہ شخص اپنی زندگی سے مایوس ہوکر مرنے کیلئے تیار ہوکر سو گیا جب اس کی آنکھ کھلی تو اچانک وہ دیکھتا ہے کہ اونٹ سامان سے لدا سرہانے کھڑا ہے وہ خوشی میں ایسا مست ہوگیا کہ اس کی زبان سے الٹے الفاظ نکل گئے اور کہنے لگا کہ اے اللہ میں تیرا رب ہوں اور تو میرا بندہ، تیرا بڑا بڑا شکر ہے واقعہ بھی یہ ہے کہ توبہ کرنے والا انسان اپنے آقا کا بھاگا ہوا غلام ہے

جب بھی وہ واپس آجائے آقا کو خوشی ہونی چاہئے یہ خوشی اس کی ربوبیت، کرم اور محبت کا ایسا ہی تقاضا ہے جیسا اونٹ کے مل جانے پر انسان کی خوشی اس کی بشریت اور احتیاج کا تقاضا ہے۔

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ صرف ضرورت ہی کی چیز اور مجبوری کا معاملہ نہیں ہے کہ جب آدمی کسی معصیت میں مبتلا ہو جائے تو توبہ کرے یہ تو فرض واجب ہے اور اس کے بغیر تو صاحب ایمان کو چین ہونی نہیں چاہئے بلکہ توبہ ایک مستقل عبادت ہے قرب اور محبوبیت کا ذریعہ ہے اس کے ذریعہ سے جو ترقی ہوتی ہے اس کو کوئی عبادت نہیں پہونچ سکتی اس لئے ابرار وصالحین اور مقربین کو بھی اس کی ضرورت ہے وہ جب کسی توبہ کرنے والے پر رحمت الٰہی کی بارش اور اس ذات عالی کی نوازش دیکھتے ہیں تو ان کو اپنی بڑی بڑی عبادتیں اس کے سامنے ہیچ اور حقیر معلوم ہونے لگتی ہیں۔ اور وہ اس وقت اس گروہ میں شامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں جو رحمت الٰہی کا مورد ہوتا ہے۔

بہر حال رمضان کے بعد سب سے مقدم اور اہم اور سب سے اعلیٰ وافضل کام یہ ہے کہ ہم اپنے سارے گناہوں سے توبہ کریں اور وقتاً فوقتاً توبہ کرتے رہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک مجلس میں ستر ستر اور بعض اوقات سو سو مرتبہ استغفار کرتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے تھے۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (سورۃ الفتح) قارئین عزیز اس کا خاص اہتمام رکھیں اور توبہ واستغفار کی دولت حاصل کرتے رہیں حدیث میں آتا ہے کہ وہ شخص بڑا خوش قسمت ہوگا جو حشر کے دن اپنے نامۂ اعمال میں استغفار کی کثرت پائے گا۔

۲۔ ایمان کی تجدید: بہت سے بھائی سمجھتے ہیں کہ ایمان ایک مرتبہ میں لے آنا کافی ہے اس کے بعد اس کو تازگی، غذا، تجدید، کی ضرورت نہیں، حدیث میں آتا ہے کہ ایمان اسی طرح پرانا ہوتا جاتا ہے جیسے کپڑا میلا اور پرانا ہو جاتا ہے اس کو نیا اور اجلا کرتے رہو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اس کو کس طرح نیا کریں فرمایا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی کثرت کرو۔ خود قرآن شریف میں ہے:

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ (الحدید)

کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کو گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو اترا ہے سچا دین اور نہ ہوں ان جیسے جن کو کتاب ملی تھی اس سے پہلے پھر دراز گذری ان پر مدت پھر سخت ہو گئے ان کے دل اور بہت ان میں نافرمان ہیں۔

اس آیت کے سننے اور پڑھنے کے بعد بعض اصحاب اپنے دل کی سختی اور بے حسی سے شاید مایوس ہوتے اور سمجھتے کہ دل کی یہ زمین بالکل اوسر اور بنجر ہو گئی ہے اور اب بھی اس میں شادابی اور روئیدگی پیدا نہیں ہوگی، تو معاً اس کے بعد ارشاد ہوا:-

اِعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے، ہم نے تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کیں اگر تم سمجھتے ہو۔

ایک آیت میں فرمایا گیا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا الخ یہاں بھی ایمان کی تکمیل وتجدید مراد ہے۔

بہر حال ہر شخص کو اپنے ایمان کی تکمیل تجدید تقویت کی ضرورت ہے اس کی کئی صورتیں ہیں ایک سوچ سمجھ کر شعور واحساس کے ساتھ کلمۂ توحید کی تکرار وکثرت، صحابہ کرامؓ سے کہا گیا کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی کثرت کرو ظاہر ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے اور معنی مطلب پر غور کئے کلمہ کی تکرار اور کثرت نہیں کرتے ہوں گے۔ دوسرے ذکر کی کثرت اور ذکر کی قوت یہ دونوں مستقل چیزیں ہیں عام حالات میں ذکر کی کثرت ذکر میں قوت پیدا کر دیتی ہے خاص حالات میں ذکر کی قوت کثرت کے قائم مقام بن جاتی ہے۔ قوت کے معنی یہ ہیں کہ خاص کیفیات توجہ استحضار کے ساتھ اللہ کو یاد کیا جائے۔ ان کیفیات وخصوصیات کے ساتھ تھوڑا سا یاد کرنا بھی تھوڑا نہیں ہے اور بڑے اثرات رکھتا ہے، لیکن یہ بات بڑی استعداد یا اعلیٰ یقین یا طویل محنت، یا ندامت اور انابت سے پیدا ہوتی ہے، تیسری چیز اہل یقین کی صحبت ہے، جس کی کیمیا اثری اور پارس صفتی دنیا کو تسلیم ہے۔ اور قرآن مجید کی اس پر مہر لگی ہوئی ہے، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔

(اے ایمان لانے والو! اللہ کا لحاظ کرو اور اس سے ڈرو اور صادقین (راست بازوں) کے ساتھ رہو۔

چوتھی چیز اعمال کی کثرت اور مداومت ہے اس سے بھی ایمان میں جلا اور قوت اور زندگی پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ رمضان کے بعد اور ہمیشہ کرنے والے کاموں میں شریعت کی پابندی اور فرائض واحکام کی بجا آوری ہے جس کی خصوصی مشق رمضان میں کرائی جاتی ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ، سوچنے والی بات یہ ہے کہ جب رمضان میں حلال طیب چیزیں ایک خاص وقت کے اندر ممنوع قرار دی گئیں اور ان پر بندش عائد ہو گئی تو وہ چیزیں جو سدا سے حرام اور قیامت تک حرام رہیں گی وہ غیر رمضان میں کیسے جائز ہو سکتی ہیں واقعہ یہ ہے کہ مومن کے دو روزے ہیں ایک عارضی اور ایک دائمی۔ عارضی روزہ رمضان میں ہوتا ہے، صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک اس میں کھانا پینا اور ممنوعات صوم سب ناجائز ہوتے ہیں، دائمی روزہ بلوغ سے موت تک، اس میں خلاف شریعت کام اور ممنوعات شرعیہ سب ناجائز ہوتے ہیں وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ۔

(اپنے رب کی بندگی اور تابعداری کر و جب تک موت نہ آجائے)

کیسے تعجب کی بات ہے کہ عارضی روزے کی پابندی کی جائے اور دائمی روزے کو کھیل بنا لیا جائے جس کا ایک جز اور ایک حصہ عارضی روزہ ہے۔ اگر وہ روزہ نہ ہوتا تو یہ روزہ بھی نہ ہوتا۔ وہ روزہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے یہ روزہ کلمہ پڑھ لینے اور اسلام کی حالت میں زمانۂ بلوغ کے آجانے سے شروع ہوتا ہے، وہ روزہ آفتاب کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ یہ روزہ بھی جب تک زندگی کا آفتاب رہتا ہے باقی رہتا ہے جہاں زندگی کا آفتاب غروب ہوا اور طائر روح نے اپنے قفس کو چھوڑا وہ روزہ بھی ختم ہوا، رمضان گذر گیا۔ فرض روزے بھی اس کے ساتھ گئے، مگر اسلام باقی ہے اور اس کا طویل اور مسلسل روزہ بھی باقی ہے پہلے کی عید دوگانہ ہے جو عید گاہ اور مسجد میں ادا ہو جاتا ہے دوسرے کی عید وہ حقیقی عید ہے جس کے متعلق شاعر عارف نے کہا ہے۔

انبساط عید دیدن روئے تو ۔ عید گاہ ما غریباں کوئے تو

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

اس روز کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے، اپنی رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

۴۔ رمضان مبارک کا بڑا تحفہ اور عطیۂ ربانی یہ قرآن مجید ہے:-

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرۃ)

مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن، ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی۔ (البقرۃ)

رمضان تو سال بھر کیلئے رخصت ہوا۔ مگر اپنا پیام اپنا تحفہ اور اپنی سوغات چھوڑ تا گیا ضرورت ہے کہ رمضان گذر جانے کے بعد اس تحفے اس کی یاد تازہ کی جائے، اس کی برکات حاصل کی جائیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تحفہ قاصد سے بڑھ کر ہے، شاہِ وقت اپنے کسی منتخب غلام کو کسی قاصد کے ہاتھ تحفہ بھیجے تو یہ تحفہ اس کی خاص سوغات ہے یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفات کا مظہر ہے، اس وقت پورے عالم انسانی میں اور اس زمین کی سطح کے اوپر اللہ تعالیٰ کی ذات سے قرب رکھنے والا اور اس کی صفات و کمالات کا پر تو قرآن مجید ہی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کو ایک زندہ کتاب کی طرح ہمیشہ پڑھا جائے اور یقین پیدا کیا جائے کہ ہم اللہ کا کلام پڑھ رہے ہیں اور اس ذات عالی کے مخاطب اور ہم کلام ہیں پڑھتے وقت ہمارا سینہ اس یقین سے معمور ہمارا دل اس احساس سے مسرور اور ہماری روح اس کیفیت سے مخمور ہو، حضرت ابی بن کعبؓ نے حضورؐ سے پوچھا تھا۔ ھل سمانی ربی کیا میرے مالک نے میرا نام لیکر کہا کہ (ابی بن کعب سے) قرآن مجید پڑھوا کر سنو اور جب اس کا جواب اثبات میں ملا تو فرط مسرت سے رو پڑے، ہم کو بھی اس پر ناز ہونا چاہئے کہ ہمارا رب ہم سے مخاطب ہے اور ہم میں سے ہر شخص فرداً فرداً اس کا مخاطب اور شرف خطاب والتفات سے مشرف ہے، بہت سے بھائی رمضان میں بڑی مستعدی سے قرآن مجید سنتے اور پڑھتے ہیں مگر رمضان ختم ہوتے ہی اس کو طاق پر اس طرح رکھتے ہیں کہ پھر رمضان ہی میں آ اتارتے ہیں یہ بڑی ناقدری اور نادانی ہے۔ رمضان مبارک اسکی تقریب کرا کے رخصت ہوتا ہے وہ اس لئے آتا ہے کہ آپ سال بھر اس کو پڑھتے رہیں، نہ اس لئے کہ سال بھر کا آپ اس میں پڑھ لیں پھر سال بھر کیلئے چھٹی! اس لئے رمضان کے بعد کرنے کا چوتھا کام یہ ہے کہ ہم قرآن مجید سے اپنا تعلق باقی رکھیں اور اس کی تلاوت غور وتدبر جاری رکھیں۔

۵۔ رمضان مبارک ہمدردی وغمخواری امداد و اعانت اور حسن سلوک کا خاص مہینہ ہے اس کو شھر الصبر والمواساۃ کہا گیا ہے، اس کے جانے کے بعد بھی ہمیں اس شعبہ کو زندہ رکھنا چاہئے اور ان سب بھائیوں کی خبر لیتے رہنا چاہئے، جو ہماری امداد واعانت اور سلوک کے محتاج ہیں موجودہ بے روزگاری اور گرانی نے ان لوگوں کی تعداد بہت بڑھا دی ہے جو پیسہ پیسہ کے محتاج اور دانے دانے کو ترستے ہیں اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے، لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الآیہ رمضان کی تاثیر اور روزے کی قبولیت کی یہی علامت ہے کہ دل میں گداز اور طبیعت میں نرمی اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو اور رمضان گذر جانے کے بعد بھی خلق خدا پر شفقت غربا پر ترس، اور پریشان حال لوگوں کے ساتھ سلوک کی خواہش اور کوشش ہو۔

یہ ہیں وہ سب کام جو رمضان کے بعد بھی جاری رہنے چاہئیں اور رمضان جن کیلئے خاص طور پر تیار کر کے جاتا ہے۔ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب۔

سیرت نبوی

اصلاح معاشرہ کی بنیاد

● مولانا عبداللہ عباس ندوی

سیرت نبویہ، قرآن پاک اور شریعت اسلام سے محدود واقفیت رکھنے والوں کا عام تصور یہ ہے کہ دین آسمان کے اوپر اور زمین کے نیچے کی بات کرتا ہے۔ سطح زمین سے اس کو کوئی سروکار نہیں ہے، اگر کچھ سروکار ہے بھی تو صرف اتنا کہ سطح زمین پر ایسے کام نہ کئے جائیں جس سے آسمان والا نامہربان ہو جائے، یا مرنے کے بعد جب زمین کے نیچے اس کا مردہ جسم توپ دیا جائے تو اس وقت کوئی عذاب نہ آئے۔

اس سادہ، عوامی عقیدہ میں کوئی بات قابلِ اعتراض نہیں ہے، اگر اس عقیدہ کے مطابق عمل ہو، یعنی سطح زمین پر ایسے کام نہ کئے جائیں جس سے آسمان والا نامہربان ہو جائے تو نجات کے لئے کافی ہے، ظاہر ہے اللہ کے رسولؐ کو ماننا، اس کی بھیجی ہوئی ہدایت پر عمل کرنا اور مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان، سب پر اجمالاً ایمان ثابت ہو گیا۔

لیکن یہی بات جب معاندین کہتے ہیں تو ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسلام نے دنیا میں رہنے بسنے کے لئے لوگوں سے معاملات، تجارت، زراعت، صنعت و حرفت، خدمتِ خلق، سماجی انصاف، دولت حاصل کرنے اور خرچ کرنے کے موقع و محل کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں دی ہے، صرف صدقہ خیرات دینے کی ہدایت کی ہے، مگر ذرائع آمدنی اور وسائلِ معاش کے متعلق کوئی ہدایت نہیں دی ہے، یہ بات اسلام اور شریعت اسلام پر بہتان ہے۔

> ●اجتماعی زندگی میں ازالۂ مفاسد کے جو نمونے اسوۂ حسنہ میں ملتے ہیں، اس کی مثال تو کیا، اس کا کوئی ذرہ بھی پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتا ہے، جس طرح کوئی ماہر سرجن جسم پر نشتر لگا کر اندر اندر جہاں تک مواد پھیل گیا ہے، اس کو جسم سے نکال دیتا ہے، اسی طرح اخلاقی مفاسد کو سوسائٹی کی رگ رگ سے آپؐ نے نکالا ہے اور آپؐ کے تربیت یافتہ صحابہؓ نے اس کے عملی ثبوت دیئے ہیں۔

ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (توبہ ۳۰)

یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے، یہ بھی ان کی ریس کرنے لگے ہیں، خدا کی ان پر مار ہو، یہ کہاں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

سیرت نبویہ میں برائیوں سے بچنے اور خیر کی طرف مائل کرنے کا اسوہ ملتا ہے۔ چونکہ انسانی زندگی کا یہ عام مشاہدہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مال کو جہاں فساد کا سبب بنایا ہے وہاں خیر کے حصول کا ذریعہ بھی بتایا ہے۔ اسی لئے لفظ خیر مطلق مال کے معنی میں بھی وارد ہوا ہے، تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورۃ العادیات "اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ" (وہ تو مال کی سخت محبت کرنے والا ہے) میں "الخیر" سے مراد مال ہے، کیوں کہ حصولِ خیر کا بہت بڑا وسیلہ مال بھی ہے دوسری آیتِ وراثت ہے جس میں مال کو خیر کہا گیا ہے: [1]

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا اِۨالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرۃ: ۱۸۰)

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے تو اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانے والا ہو تو دستور کے مطابق والدین اور اقرباء کیلئے وصیت کر جائے۔

حصولِ مال اور انفاقِ مال اسلامی تعلیمات میں اقتصادیات کے دو مرکزی عنوان ہیں۔

اسلام میں کسب حلال کی توقیر اور بیکاری و گداگری کی ممانعت

ایک مثالی اور سچا مسلمان وہ ہے جو رزقِ حلال طلب کرنے کیلئے جائز طریقے

[1] اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ قرآنِ کریم میں جہاں جہاں لفظِ خیر آیا ہے، اس کا مطلب مال ہے، ایسا نہیں ہے بلکہ خیر، شر کے مقابلہ میں اکثر وارد ہوا ہے، بھلائی، خوبی، سازگار اور حسبِ سیاق اس طرح کے ملتے جلتے الفاظ سے ترجمہ کیا گیا ہے، چونکہ خیر کے حصول کا ذریعہ مال ہے اسی لئے کہیں کہیں ازواسطہ خیر کو خیر کہہ دیا گیا ہے۔

اختیار کرکے، اپنی ذات، والدین، بیوی بچوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے کوشاں ہو، اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور نصائح نیز عملی نمونے حسبِ ذیل احادیث سے معلوم ہوں گے: امام بخاریؒ کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا لَهٗ من ان يأكل من عمل يده وان نبي الله داؤد كان يأكل من عمل يده۔

(کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ)

کوئی بھی ایسا کھانا نہیں کھاتا جو اس کی محنت مزدوری سے پیدا کردہ کھانے سے بہتر ہو، اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنی روزی اپنی محنت سے حاصل کرتے تھے۔

اس حدیث کی تائید ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے جو مسند امام احمد بن حنبلؒ میں مذکور ہے:

اطيب الكسب عمل الرجل بيده

(۴/۱۴۰ عن رافع)

بہترین کسبِ معاش کا ذریعہ وہ ہے جو اپنے ہاتھوں سے حاصل کیا گیا ہو۔

امام بیہقیؒ نے یہ آیت کریمہ۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا (الجمعہ: ۱۰)

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔

سے یہ استدلال کیا ہے کہ ادائے نماز کے بعد اہم فریضہ یہ ہے کہ ایک مسلمان رزقِ حلال، حلال طریقوں سے حاصل کرے، یہی نہیں بلکہ جو شخص اپنے زیرِ کفالت اشخاص کیلئے روزی اور راحت کے سامان کیلئے جد و جہد کرتا ہے اور اپنے آپ کو کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے روکتا ہے، اس کیلئے ایک مجاہد کا اجر ہے، طبرانی اور بیہقی کی روایت ہے:

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذرا جو جسمانی اعتبار سے تندرست اور مضبوط ہاتھ پاؤں کا تھا، صحابہؓ نے عرض کیا ایسا شخص کاش جہاد میں شریک ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر یہ شخص اپنے بچوں کی پرورش کے لئے حلال طریقہ سے روزی کی تلاش میں نکلا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ شمار ہوگا، اور اگر اپنے بوڑھے ماں باپ کیلئے کمانے نکلا ہے تو یہ بھی اللہ کے راستہ میں اس کا جہاد ہے اور اگر اس لئے نکلا ہے کہ اتنی روزی اپنی محنت و مزدوری سے حاصل کرے کہ لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے تو یہ بھی جہاد ہے، ہاں اگر دکھاوے اور نمائش کیلئے نکلا ہے تو وہ شیطان کی راہ میں ہے۔

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اگر کسی ایسے شخص کو دیکھتے جو تندرست ہے پھر اپنی غربت اور افلاس کا رونا روتا ہے تو اس کیلئے آپؐ ذریعۂ معاش تلاش کرتے اس کو گداگری کی ذلت سے محفوظ رکھنے کی کوشش فرماتے۔

سنن ابن ماجہ کی ایک روایت ہے۔

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنی حاجت مندی کا اظہار کیا، آپؐ نے پوچھا تمہارے گھر میں کوئی سامان ہے؟ اس نے عرض کیا ایک بھدی سی چادر ہے، جس میں سے آدھے کو بچھاتا ہوں اور آدھے کو اوڑھ لیتا ہوں، اور ایک لکڑی کی رکابی (پلیٹ) ہے حدیث شریف کے الفاظ ہیں "حلس نلبس بعضه ونبسط بعضه وقدح نشرب فيه الماء"

آپؐ نے حکم دیا: جاکر یہ دونوں چیزیں لے آؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں چیزوں (چادر اور چوبی پلیٹ یا پیالہ) کو اپنے دستِ مبارک میں لیا اور صحابۂ کرامؓ کو مخاطب کرکے فرمایا، کون ان دونوں کو خریدتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں ایک درہم میں خرید سکتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو اس سے زیادہ قیمت دے؟ دو یا تین مرتبہ آپؐ نے اعلان فرمایا، یعنی آجکل کی اصطلاح میں ان کا نیلام کیا، اس پر ایک شخص نے کہا، میں دو درہم دے سکتا ہوں، آپؐ نے اس کی بولی پر نیلام ختم کرکے سامان اس کے حوالہ کیا اور دو درہم لے لئے اور صاحبِ مال کو (جو ایک انصاری تھے) عطا فرمائے اور کہا، ان دو درہموں میں سے ایک درہم میں اپنے بچوں کیلئے کھانے کی چیزیں خرید لو، اور ایک درہم سے جاکر کلہاڑی خرید لاؤ، وہ شخص گیا اور ایک کلہاڑی لے آیا۔ اس کلہاڑی میں لکڑی کا دستہ نہیں تھا، صرف لوہے کا پھل تھا، آپؐ نے ایک لکڑی اٹھا کر اپنے دستِ مبارک سے اس میں پہلے لگائی، اس کو کسا اور ان انصاری صحابیؓ کو مرحمت فرمایا، اور یہ فرمایا: جاؤ اس سے جنگل جاکر لکڑی کاٹ کر لاؤ اور بازار میں فروخت کرو اور اب آج سے پندرہ روز تک منھ نہ دکھانا، ان صحابی نے ایسا ہی کیا، پندرہ روز بعد آئے تو دس درہم ان کے پاس تھے، کچھ کپڑے خریدے کچھ کھانے پینے کا سامان خریدا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کام ہزار درجہ اس سے بہتر ہے کہ تم کسی سے مدد چاہو، دستِ سوال دراز کرنا قیامت کے روز چہرے پر ایک داغ بن کر ابھرے گا، سوال کی اجازت صرف تین حالتوں میں ہے، فقر و فاقہ کی انتہائی شدت ہو، یا بہت

مجبوری میں لیا ہوا قرض پیٹھ کی ہڈی توڑ رہا ہو یا کسی کا خون بہا ادا کرنا پڑے۔

(ابواب التجارات، باب بیع المزایدة)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا یہ عملی نمونہ بتاتا ہے کہ حصولِ مال کے شریفانہ طریقوں کی ہمت افزائی کی گئی ہے اور اس طریقہ پر یعنی کسب حلال کے ذریعہ اگر کسی کے پاس مال جمع ہو جائے، معمولی تجارت بڑھ کر بڑی تجارت بن جائے! جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نعمتیں مال کی شکل میں عطا فرمائی تھیں تو وہ انھیں حضرات کی طرح اپنی دولت کی ایک ایک پائی کو اللہ کی امانت سمجھ کر خرچ کرے،

حصولِ مال کے وہ ذرائع اسلام نے حرام قرار دیئے جو کسی کی شخصی مصلحت کو ضرر پہونچاتے ہوں، یا مجموعی طور پر جس سے معاشرتی ڈھانچہ کمزور ہوتا ہو، یا جو اخلاقی نقطۂ نظر سے مُمِفر ہوں ان میں سرِ فہرست سود ہے، جس کی مختصر اور جامع تعریف التسلیف بزیادة علی راس المال ہے، یعنی ایسا قرض جس کے عوض رأس المال سے زیادہ دینا پڑے، سودی قرض دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک کو عربی میں استہلاکی کہتے ہیں یعنی جو خرچ کر کے ختم کر دیا جائے INVESTMENT CONSUMABLE اور دوسرے قسم کا سودی قرض استثماری ہے جو کاروبار میں لگانے کیلئے لیا جاتا ہے INVESTMENT کیلئے، اسلام نے دونوں کو اور اس کی جتنی قسمیں ہوں اور ان پر خواہ کتنے ہی خوشنما پردے ڈالے گئے ہوں، سب کو حرام قرار دیا ہے اور اس کی حرمت کا اعلان قرآن کریم میں کر دیا گیا۔

وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرة: ۲۷۵)

اور اللہ نے خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا۔

حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ نے فرمایا:

ألا ان كل شیٔ من امر الجاهلية تحت قدمی موضوع وربا الجاهلية موضوع واول ربا اضع من ربانا ربا العباس بن عبد المطلب (بیہقی کتاب السیر باب بیع الدرہم الخ)

سن لو کہ زمانۂ جاہلیت کے تمام بُرے رواج میرے قدموں سے آج روند دیئے گئے، جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیئے گئے۔ اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود عباس بن عبد المطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

احتکار کی حرمت:

کوئی تاجر اگر انسانی ضرورت کی چیز جمع کرے کہ خریدار کو اپنی ضرورت کیلئے بازار میں نہ مل سکے، پھر جب لوگوں کو ضرورت پڑے تو اپنی من مانی قیمت لیکر فروخت کرے، اس میں ظاہر ہے کہ عام افرادِ قوم کا نقصان ہے اور ایک شخص دوسروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی دولت بڑھاتا ہے، حدیث میں آتا ہے "مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ" (مسلم، کتاب المساقات باب تحریم الاحتکار) احتکار کرنے والا خطا کار ہے، یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے خاطی کے معنی "آثم" گنہگار رکھا ہے۔

دھوکہ دہی کی حُرمت

اس کو عربی میں "غش" کہتے ہیں، اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ خریدار کو مال کا اچھا حصہ دکھایا جائے اور خراب حصہ اس سے پوشیدہ رکھا جائے، صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایسی جگہ سے ہوا جہاں غلہ کی تھیلی برائے فروخت رکھی تھی، آپؐ نے اس کے اندر ہاتھ ڈالا تو انگلیوں کو کچھ نمی محسوس ہوئی، آپؐ نے پوچھا اے غلہ فروخت کرنے والے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا بارش کا پانی لگ گیا ہے، آپؐ نے فرمایا: اس حصہ کو تم نے سب سے اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ دیکھ لیتے، اس کے بعد فرمایا: "مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا" (مسلم کتاب الایمان) جس نے دھوکہ دہی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یعنی میرا اُمتی ہونے کے لائق نہیں ہے۔

مزدور کی مزدوری نہ دینے کی حرمت

حرام کمائی میں یہ بھی ہے کہ مزدور کی اُجرت نہ دی جائے یا اس میں کمی کی جائے۔ اس طرح کے کام وہ لوگ کرتے ہیں جن کے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں، محنت کش طبقہ کا حق مار کر، ان کے بیوی بچوں کی روزی چھین کر اپنا سرمایہ بڑھاتے ہیں، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مزدور کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو (۱)

حدیثِ قدسی ہے:-

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: قال اللہ عز وجل: ثلاثة انا خصمهم يوم القيامة رجلٌ أعطى بی ثم غدر، ورجلٌ باع حرًّا فأكل ثمنه ورجلٌ استأجر أجيرًا فاستوفى منه ولم يعطه اجرهٔ۔

(بخاری بحوالہ کنز العمال ۳/۱۰۵ مطبوعہ مصر)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کا میں قیامت کے دن فریق ہوں گا۔ ایک وہ لوگ جن کو میرے نام پر کچھ دیا گیا پھر اس میں خیانت کی، دوسرے وہ لوگ جس نے کسی آزاد کو غلام بنا کر فروخت کر دیا، تیسرے وہ لوگ جنھوں نے کسی شخص کو کام پر لگایا، اس سے محنت پوری وصول کر لی مگر اس کا حقِ محنت ادا نہیں کیا۔

(باقی آئندہ)

---

(۱) ابن ماجہ کتاب الرہن باب أجر الاجراء

(از ـــ پیغمبر اخلاق انسانیت)

آخرت کی فکر کیجئے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

> ذیل میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء کی وہ پُراثر تقریر پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے ۲۲ نومبر ۲۰۰۰ء کو رسول پور انٹ داسیھا اعظم پور ہردوئی کے جلسہ اصلاح معاشرہ میں فرمائی، یہ تقریر اصلاحِ حال اور فکرِ آخرت کے سلسلہ میں بڑی اہم ہے، اس لئے افادۂ عام کی غرض سے ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں (ادارہ)

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

بزرگو اور دینی بھائیو!

دین کی باتیں کرنا اور اس کے احکام دوسروں کو بتانا، اور اس کے اختیار کرنے پر ان کو آمادہ کرنا یقیناً یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ الدال علی الخیر کفاعلہ، جو اچھی بات بتاتا ہے تو کرنے والے کی طرح اس کو بھی اجر ملتا ہے، یعنی اگر کسی کے سمجھانے بجھانے سے کوئی نماز پڑھنے لگے تو اس کے نماز پڑھنے کا ثواب نمازی کو ملے گا لیکن اسی کے ساتھ جس نے اس کو نماز پر آمادہ کیا ہے اس کو بھی ملے گا، جس طرح کچھ لوگ نیکی کی بات بتاتے ہیں، بُرائی سے روکتے ہیں، اچھی باتوں کے اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہی اجر ملتا ہے اور وہ بڑھتا چلا جاتا ہے، جیسے جیسے اس کی نصیحت پر عمل کرنے والوں کو اجر ملتا ہے اور برابر یہ اجر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے

بھائیو! اصل زندگی اور اصل فائدہ آخرت کا فائدہ ہے اور کوئی آدمی کسی دوسری جگہ جاتا ہے تو اس کی پہلے سے تیاری کرتا ہے اور وہاں کیلئے زادِ راہ اپنے ساتھ رکھتا ہے، مثلاً آپ کو امریکہ جانا ہے، امریکہ میں آپ کا کوئی کام ہے، کوئی ضرورت ہے جو آپ وہاں جا کر پوری کریں گے۔ تو آپ پوچھیں گے کہ بھائی امریکہ میں رہنے کی کیا صورت ہے، اور وہاں کس طرح ضروریات پوری کی جاتی ہیں، وہاں ہماری ضرورت کا سامان ملتا ہے یا نہیں؟ اور کیا چیز ہم کو یہاں سے لے جانا چاہیے جس سے وہاں کام چلائیں، اور اگر ہم نہ لے جائیں گے تو وہاں تکلیف ہوگی جیسے مثلاً ہندوستان کے جنوبی علاقوں میں گرمی نہیں ہوتی، سردی کے موسم میں وہاں سردی نہیں ہوتی، وہاں معتدل موسم ہوتا ہے، جیسے بمبئی میں معتدل موسم ہوتا ہے اسی طرح مدراس اور دوسرے علاقوں میں معتدل موسم ہوتا ہے، سردیوں میں سردی نہیں ہوتی۔ اب مدراس والے بغیر سوچے سمجھے دہلی یا لکھنؤ سردیوں کے موسم میں آجاتے ہیں جہاں سخت سردی ہو رہی ہے، لیکن ان کے یہاں تو سردی پڑتی نہیں، اس لئے ان کو معلوم ہی نہیں کہ سردی کا موسم ہے یہاں آکے سخت پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ بڑے دولتمند اور خوشحال ہیں، لیکن سوتی لباس میں آگئے اور ان کے پاس سوتی کپڑوں کے علاوہ دوسرے گرم کپڑے نہیں، چنانچہ سردی سے سخت پریشان ہو رہے ہیں اور کانپ رہے ہیں پھر کسی طرح بازار سے کوٹ خریدا، گرم بنیائن اور سوئٹر خریدا، اس طرح سردی سے نجات پائی، وہاں سے لیکے نہیں آئے کیونکہ ان کو سردی کے بارے میں معلوم نہیں لیکن سمجھدار آدمی یہ کرتا ہے کہیں جانا ہو تو معلوم کرتا ہے کہ وہاں ہم کو کس چیز کی ضرورت ہوگی جس کو ہم لے جائیں، اس کو لے جائیں کہ نہ لے جائیں۔ لحاف اس وقت لے جائیں کہ نہ لے جائیں، کمبل لے جائیں کہ نہ لے جائیں کہنے والا کہتا ہے وہاں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ کمبل لحاف کی ضرورت نہیں پڑے گی، ایک ہلکی چادر رکھ لو، وہاں موسم معتدل ملے گا۔ اچھا لے کا یا کہتا ہے کہ نہیں کمبل لے جاؤ ڈبل کمبل لے جاؤ ورنہ وہاں ٹھنڈک لگ جائے گی۔ بیمار پڑ جاؤ گے نمونیا ہو جائے گا۔ معلوم نہیں کس مصیبت میں پڑ جاؤ گے، لا دیہاند کے آدمی بڑا موٹا بستر لے کر جاتا ہے اسی طرح ہمیں اس دنیا کی زندگی سے نکل کر جب آخرت کی زندگی میں جانا ہوگا تو وہاں ہمیں کس کس چیز کی ضرورت پڑے گی یہ سوچنے کی بات ہے ہم اس لافانی دنیا کے اندر کسی ملک میں جاتے ہیں کسی اور ماحول میں جاتے ہیں تو تیاری

کرے جاتے ہیں۔ سامان لیکر جاتے ہیں، پوچھ کے جاتے ہیں کہ وہاں کب ہوگا۔ کیسے ہمارا کام چلے گا اور جب اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور آخرت کی زندگی ہم کو ملتی ہے اس وقت کے بارے میں بالکل نہیں سوچتے کہ ہمیں کیا لے جانا چاہیے وہاں ہمیں کس چیز کی ضرورت پڑے گی، اور وہ زندگی اس زندگی کے مقابلہ میں بڑی لمبی ہے اور نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اور سب جانتے ہیں کہ یہ دنیا کی ہماری زندگی سو سال کے اندر ختم ہوجاتی ہے۔ اور بہت سے لوگوں کی زندگی تو ۳۰، ۴۰، ۵۰ سال کے اندر ختم ہوجاتی ہے ورنہ بہت آگے گئے آدمی تو ۷۰ چلا گیا، ۸۰ چلا گیا، ۹۰ چلا گیا، اور جب سو پہونچ جاتا ہے تو لوگ دور دور سے دیکھنے آتے ہیں کہ فلاں صاحب سو سال کے ہوگئے تو یہ زندگی اس مکان کے اندر ختم ہوجاتی ہے اسکے بعد ہمیشہ ہمیشہ کی وہ زندگی شروع ہوتی ہے، جو کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے، اس کو نہ سو میں آپ شمار کرسکتے ہیں نہ ہزار میں شمار کرسکتے ہیں نہ لاکھ میں شمار کرسکتے ہیں، نہ کروڑ میں نہ ارب میں نہ کھرب میں شمار کرسکتے ہیں نہیں کہہ سکتے کہ وہ دس کھرب ہوگی یا اس سے زیادہ ہوگی، وہ زندگی جو کبھی نہ ختم ہونے والی ہوگی چلتی چلی جائے گی، اب ہمیں وہاں اگر آرام کا سامان نہ ملا اور ہم یہاں سے سامان لیکے نہیں گئے تو وہاں کے آرام کا کیا ہوگا آدمی یہ سوچ لے کہ دنیا میں ایک رات بغیر بستر کے سردی میں گذار نہیں سکتا، سخت سردی پڑ رہی ہو نہ کمبل ہو نہ لحاف ہو ایک چادر ہلکی پھلکی ہو تو دیکھئے کہ رات کیسی گذرتی ہے یعنی آدمی مر مر کے جیتا ہے صبح ہوتی ہے تو کہتا ہے ہو ہو دھوپ نکلی اب جان میں جان آئی۔ تو آخرت کی زندگی میں اگر ہم کو وہ چیز نہیں ملتی جس سے آرام ملتا ہے جس سے راحت ملتی ہے تو کیا ہوگا، یہ سوچنے کی بات ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ یہ سب باتیں بتائی ہیں کہ ہمیں وہاں کس چیز کی ضرورت پڑے گی وہاں ہم کیا لے کر جائیں آدمی اس دنیا سے جاتا ہے تو ایک جوڑا کپڑا بھی نہیں لے جاتا، ایک پیسہ بھی اپنے ساتھ نہیں لے جاتا خالی ہاتھ جاتا ہے چاہے سکندر ہو، دارا ہو، بڑے سے بڑا وزیر اعظم ہو، بادشاہ ہو، لیکن جب یہاں سے منتقل ہوگا، یہاں سے رخصت ہوگا تو ایک پیسہ بھی ساتھ نہیں لے جا سکتا، ایک جوڑا کپڑا نہیں لے جاتا، ایک چیز نہیں لے جاتا وہاں بالکل خالی ہاتھ اور خالی جسم جاتا ہے اب وہاں کیا ملے گا، وہاں آپ کو کمبل ملے گا؟ کپڑے ملیں گے؟ کیا چیز ملے گی؟ وہ چیز ملے گی جو عمل سے ہم نے یہاں تیار کیا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ جنت بالکل خالی زمین ہے، ہم یہاں جو عمل کریں گے اس سے وہ زمین آباد ہوگی یہاں عمل کریں گے وہاں درخت لگ جائے گا۔ یہاں عمل کریں گے وہاں باغ لگ جائے گا۔ یہاں عمل کریں گے وہاں مکان بن جائے گا، یہاں کرنے سے وہاں ہوتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نظام بنایا ہے جس نے یہ دنیا بنائی، جس نے یہ آخرت بنائی، جس نے انسان کو بنایا ہے ساری مخلوقات کو جس نے پیدا کیا ہے ہر چیز اس کی بنائی ہوئی ہے اس نے یہ نظام رکھا ہے کہ وہاں وہ چیز ملے گی جو یہاں سے بھیجوگے، اور یہاں سے نہیں بھیجوگے تو وہاں نہیں ملے گی جیسے کہا جائے کہ تم سامان نہیں لے جاسکتے سفر پر جارہے ہو سامان تم جمع کردو دفتر میں، یہ سامان تمہیں وہاں پہونچ جائے گا۔ اب وہاں پہونچے تو اب دیکھ رہے ہیں کہ سامان آیا کہ نہیں آیا، اگر نہیں آیا تو اب بیکار ہیں۔ سامان وہاں موجود نہیں ہے، اب کیا کریں اور اگر آگیا تو اس سے فائدہ اٹھائیں گے، یہی نظام ہے جو اس دنیا سے بھیجیں گے تو وہاں پہونچے گا۔ نہیں بھیجیں گے تو نہیں پہونچے گا اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا سے، ہم بستر بھیجیں گے وہاں بستر مل جائے گا، ہاں اگر ہم اللہ کو راضی کرنے کیلئے کسی غریب کو بستر دے دیں گے تو اس کا اجر ضرور ملے گا اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ اس کی رضا کیلئے اس کی خوشنودی کیلئے اس کے حکم کے مطابق تم جو کروگے تو وہ تمہیں وہاں ملے گا، تم اگر غریب کی مدد کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہو زکوٰۃ دیتے ہو تو وہ سب تمہیں وہاں مل جائے گا اور اس کا کئی گنا بڑھا کے اللہ تعالیٰ دے گا۔ اسی طرح تم نماز پڑھوگے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کروگے تو اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں جنت اور جنت کی تمام نعمتیں عطا فرمائے گا، تو اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے آخرت کی زندگی جو نہ ختم ہونے والی ہے اس کے لئے ہم نے کوئی تیاری نہیں کی، کوئی انتظام نہیں کیا ہم اس کو دیکھ نہیں رہے ہیں اس لئے ہم غفلت میں ہیں۔

اس کی مثال شتر مرغ کی سی ہے اس کے متعلق آتا ہے کہ وہ جب کوئی خطرہ دیکھتا ہے تو تیزی کے ساتھ بھاگتا ہے، ہر جانور خطرہ دیکھے گا تو بھاگے گا ایک وہ ہے کہ خطرہ دیکھتا ہے تو تیزی سے بھاگتا ہے اور بھاگتا چلا جاتا ہے، لیکن جب دیکھتا ہے کہ خطرہ سر پر آگیا ہے اور بھاگ نہیں پا رہا ہے تو اپنے سر کو ریت کے اندر دبا دیتا ہے کہ نظر نہ آئے اور مارا جاتا ہے، وہ اپنے سر کو ریت کے اندر چھپا لیتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ خطرہ سے محفوظ ہوگیا، تو یہی حال انسانوں کا ہوگیا ہے کہ آخرت کو وہ دیکھ نہیں رہے ہیں اس لئے وہ غافل ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ خطرہ ہے ہی نہیں تو خطرہ نہ دیکھنے سے خطرہ ٹل نہیں جاتا، خطرہ ٹالنے سے ٹلتا ہے، خطرہ کے متعلق جو انتظام کیا گیا اس انتظام سے ٹلتا ہے، اگر آپ بخار سے بچنا چاہتے ہیں تو اس بخار کو ٹالنے کی اور بخار سے بچانے کی جو دوا ہے وہ کھانا پڑے گی۔ ایسے ہی صرف تمنا سے کام نہیں چلے گا۔ اگر کوئی مصیبت آگئی تو اس مصیبت کو دور کرنے کا جو طریقہ ہے اس طریقہ سے مصیبت دور ہوگی صرف خواہش سے دور نہیں ہوگی۔ تو آخرت کے اندر کامیاب ہونے کیلئے، راحت حاصل کرنے کیلئے اور وہاں کامیاب ہونے کیلئے جو طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اس طریقہ کو اختیار کرنے کے بعد کامیابی ملے گی، اور اگر اس طریقہ کو ہم اختیار نہیں کرتے تو نہ ہماری عقل کام دے گی اور نہ ہماری تمنا کام دے گی اور آخرت میں کامیابی نہیں حاصل ہوگی، صاف صاف قرآن میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ دیکھ لو اگر ایمان وعمل صالح تمہارے پاس نہیں ہے تو تمہیں جنت نہیں ملے گی اور ایمان وعمل صالح ہے، اللہ تعالیٰ کے حکموں پر تم چلتے ہو، اچھے عمل کرتے ہو، تو تمہیں وہاں اس پر انعام ملے گا اور خوب ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خوب دے گا اتنا ہی نہیں جتنا تم نے کیا ہے، جتنا تم نے اپنا حق بنایا ہے اس سے کئی گنا زیادہ دے گا، لیکن کروگے تب ملے گا، نہیں کروگے تو نہیں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ بڑا رحیم وکریم ہے اس نے بار بار سمجھایا، اور بار بار اس نے اپنے نبیوں کو بھیجا انسانوں میں کتنے نبی آئے ہیں ایک لاکھ سے اوپر نبی آئے ہیں، گاؤں گاؤں آئے ہیں، بستی بستی آئے ہیں کیوں آئے اور برابر آتے رہے۔ زمانہ بدلتا رہا، اور نبی برابر آتے رہے کیوں؟ اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم کی وجہ سے، وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے آخرت میں کامیاب ہوں بندوں پر اس کی اتنی رحمت ہو کہ دنیا میں بھی آرام سے رہیں اور آخرت میں بھی آرام سے رہیں تو بار بار اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعہ بتایا، رہنمائی کی، کہ دیکھو بھائی ہوشیار ہوجاؤ، خوب ہوشیار ہوجاؤ، ہم تم کو بتائے دیتے ہیں کہ آخرت میں کامیابی اس طرح ملے گی۔ اگر یہ نہیں کروگے تو نہیں ملے گی، اللہ تعالیٰ نے نظام بنایا ہے، جو اس نظام پر چلے گا وہ کامیاب ہوگا۔ اور اگر وہاں کی تیاری نہیں کی، اور وہاں کیلئے اچھے عمل کا توشہ نہیں بھیجا تو وہاں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور وہاں پھر نہ کسی سے مستعار لے سکتے ہو نہ کوئی تمہیں دے سکتا ہے قرآن میں آیا ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ وہاں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ نہ ماں کچھ کرسکے گی نہ باپ کچھ کرسکے گا۔ نہ دوست احباب کچھ کرسکیں گے نہ کوئی کسی کی مدد کرسکے گا، صرف اپنا کیا ہوا ہی بھگتنا پڑے گا۔ یہاں جو کچھ کیا ہے اسی کو وہاں بھگتنا پڑے گا۔

اسی لئے تو ڈرایا گیا ہے کہ دیکھو غفلت میں نہ رہو، بیوقوفی مت کرو، صاف صاف کہا گیا ہے کہ آخرت کیلئے اچھے عمل کرو، آخرت حق ہے، صرف اتنی سی بات نہیں ہے، جو اللہ تعالیٰ نے نظام بنایا ہے وہی حق ہے۔ تمناؤں سے کام نہیں چلے گا، اگر یہاں سے توشۂ آخرت نہیں لے گئے۔ اگر یہاں سے اچھے عمل کا تحفہ وہاں نہیں بھیجا تو وہاں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ فرمایا گیا جنت ایک چٹیل میدان کی طرح ہے، دنیا میں جو عمل کروگے اسی لحاظ سے جنت وہاں آباد ہوگی، وہاں باغات لگیں گے نہریں جاری ہوں گی، وہاں مکانات بن جائیں گے قصر بن جائیں گے، محلات بن جائیں گے، اور معلوم نہیں کیا کیا چیزیں بن جائیں گی۔ لیکن یہاں کرنے سے بنیں گی، نہیں کریں گے تو وہاں نہیں بنیں گی۔

حدیث شریف میں ہے قیامت کا بڑا ہولناک منظر ہوگا، سب کھڑے ہوں گے، سورج کی تپش اتنی زیادہ ہوگی کہ پسینہ بالکل کالا نظر آرہا ہوگا، کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ صرف عرش الٰہی کا سایہ ہوگا، عرش الٰہی کا سایہ ان لوگوں کو ملے گا جن کے متعلق بتایا گیا کہ فلاں فلاں عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا، جبکہ وہاں کوئی سایہ نہیں ہوگا، سخت دھوپ ہوگی اور اللہ کے سامنے آدمی کو حاضر ہونا پڑے گا۔ اور اپنے عمل کا جواب دینا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ کیا لیکر آئے ہو؟ بتاؤ کیا لیکر آئے ہو؟ تمہارا عمل کیا ہے؟ اور پھر اللہ تعالیٰ آدمی کے ہاتھوں کو پیروں کو اور جسم کو زبان دے دے گا، اور وہ جواب دیں گے

آپ دیکھتے ہیں کہ ٹیپ ریکارڈ میں کسطرح آواز بھر جاتی ہے اور فوراً ٹیپ ریکارڈ اس کو ریکارڈ کر لیتا ہے تو فرشتے بھی اسی طرح ریکارڈ کر رہے ہیں، آدمی کے نامۂ اعمال کندھے پر رکھے ہوئے ہیں، فرشتے آدمی کے ایک ایک عمل کو ریکارڈ کر رہے ہیں، قیامت کے روز وہ ریکارڈ کھل کر سامنے آجائے گا، اور ان کے ہاتھ اور پیر بولنے لگیں گے کہ انھوں نے یہ عمل کیا، یہ عمل کیا، ہاتھ کہے گا یہ کیا، پیر کہیں گے یہ کیا، سارے عمل وہ بتائے گا یہ آدمی اپنے ہاتھ پیر سے کہے گا تم ہمارے خلاف بول رہے ہو؟ وہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو زبان دے دی تمہارا کچا چٹھا بتانے کیلئے ہم بتا رہے ہیں اور آدمی کہے گا کہ کاش ہم پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے کاش ہم مٹی ہوگئے ہوتے، کاش ہمارا وجود ہی ختم ہوگیا ہوتا۔ آدمی کے اعضاء گواہی کے طور پر کہیں گے کہ تمہیں جنت میں کچھ نہیں ملے گا اس لئے کہ تم کچھ کرکے نہیں آئے، اور اگر اچھا نامۂ اعمال ہے تو آدمی دیکھ کر خوش ہوگا اور کہے گا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا ہم پر کرم ہے، اللہ تعالیٰ نے اتنا ہم پر فضل فرمایا کہ ہم اچھے عمل کرکے آئے، آج ہم اس سے فائدہ اٹھائیں گے، آج ہم راحت اٹھائیں گے جبکہ کتنے آدمی ہیں جو راحت سے محروم ہیں!

تو بھائی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعہ اپنی کتاب کے ذریعہ سے بار بار ڈرایا کہ آخرت کی تیاری کرو، مرنے سے پہلے تیاری کرو، یہاں سے وہاں کا سامان کرلو، وہاں اپنی رحلت کا سامان بھیجدو، تم جو یہاں کروگے۔ اللہ تعالیٰ اس کو وہاں پہونچا دیگا اور اس کو داخل کردے گا۔ وہاں جب پہونچو گے تو وہاں تمہیں وہ سب چیزیں تیار ملیں گی۔ تو اس لئے ہم سب کو اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، اور یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کیا ہے؟ کس چیز سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے؟ کس چیز سے ہماری جنت بنتی ہے؟ کس چیز سے ہمیں نقصان پہونچتا ہے اور کن بداعمالیوں کی وجہ جہنم کا خطرہ ہم کو پیش آسکتا ہے اس کو علماء سے معلوم کرنے کی ضرورت ہے، اور علماء جو تقریریں کرتے ہیں، جو بات کہتے ہیں وہ سب کچھ اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ بتاتے ہیں، اور وہ نہ بتائیں تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم خود معلوم کریں، اور قرآن وحدیث میں ہم کو بتایا گیا کہ آخرت میں کامیابی یہاں کے عمل سے ملے گی، اور یہاں کی کوتاہی سے آخرت میں تباہی ہوگی۔ تو اتنی بات تو ہم ضرور معلوم کریں کہ وہ کون کون سی باتیں ہیں جن سے آخرت میں ہمیں کامیابی حاصل ہوگی، اور کون کون سی باتیں ہیں جن سے ہماری آخرت خراب ہوگی، یہ ہم خود معلوم کریں، اور ان لوگوں سے پوچھیں جو جاننے والے ہیں کہ یہ مسئلہ ہمارا ہے، یہ مسئلہ کسی واعظ کا نہیں ہے، کسی عالم دین کا نہیں ہے، ہر شخص کا مسئلہ اپنا ذاتی ہے۔ اگر ہم عمل کریں گے تو ہم کو فائدہ پہونچے گا دوسروں کے عمل سے ہم کو فائدہ نہیں پہونچے گا۔

تو میرے بھائیو! ان دینی مجالس کو غنیمت سمجھو اور ان سے پورا فائدہ اٹھاؤ۔ علماء کرام جو کچھ کہتے ہیں جو کچھ بتاتے ہیں، جن خطرات سے آگاہ کرتے ہیں اور جو فرائض کی باتیں بتاتے ہیں ان کو اچھی طرح کان کھول کر سننا چاہیئے اور ان پر عمل کرنا چاہیئے۔

عقلمند آدمی کا کام یہی ہے کہ جو اس کو خطرہ بتایا جائے تو اس سے بچنے کی کوشش کرے، اگر اس کو کسی مضرت کی اطلاع دی جائے تو اس مضرت سے بچنے کی کوشش کرے، یہ سمجھداری کی بات ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو سمجھدار لوگ ہیں وہی باتوں کو سمجھتے ہیں اور جو بے وقوف ہیں، اور آنکھ بند کئے ہوئے ہیں، اور بے وقوفی میں جو چاہ رہے ہیں کر رہے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ کیا بھلا ہے کیا برا ہے؟ تو وہ پریشان ہوں گے اس لئے بھائیو آخرت کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

میرے بھائیو! ہر آدمی کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور مرنے کے بعد حساب کتاب کا ہونا بھی یقینی ہے، جو اس دنیا میں آیا ہے۔ جو پیدا ہوا ہے اس کو مرنا یقینی ہے، اس دنیا کے آثار میں ہر چیز پر شبہ کیا جا سکتا ہے، لیکن اس بات پر شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ آدمی کو مرنا ہے، اور مرنے کا مطلب بالکل ختم ہو جانا نہیں ہے، اس کا مطلب ہے اس زندگی سے منتقل ہو کر دوسری زندگی میں آپ چلے جائیں گے، اس زندگی کی فکر ہم کو اس دنیا کی زندگی میں کرنی ہوگی، وہاں جاکر ہم فکر کریں اس کی کوئی گنجائش بالکل نہیں ہوگی۔

آخرت کا معاملہ یہ ہے کہ ہم دنیا میں فکر کریں گے تو آخرت میں فائدہ ہوگا، اور دنیا میں کوتاہی کریں گے۔ غفلت کی زندگی گذاریں گے تو ہمیں آخرت میں اس کی سزا ملے گی، اس لئے ہم کو اللہ تعالیٰ کے احکام کو معلوم کرنا چاہیئے اور علماء سے پوچھنا چاہیئے کتابیں پڑھنا چاہیئے کہ کیا چیز ہمارے لئے ضروری ہے، کیا چیز بہتر ہے، کیا چیز نامناسب ہے، اور کس بات سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے، کس بات سے ناراض ہوتا ہے، تاکہ ہم آخرت میں کامیاب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح بات سننے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

MILLENIUM
Computer Centre
ملینیم کمپیوٹر سنٹر
سافٹ ویئر اینڈ ہارڈ ویئر ٹریننگ
اردو، عربی، انگریزی، اور دیگر زبانوں میں (مفت انٹرنیٹ کے ساتھ) کمپیوٹر سکھائے جاتے ہیں،
دینی مدارس کے طلبہ کے لئے خصوصی رعایت
Millenium Computer Centre
نزد مچھلی منڈی، ڈالی گنج، لکھنؤ فون ۷۸۸۲۵۰

اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب
مغربی میڈیا اور اس کے اثرات
بقلم: نذر الحفیظ ندوی
مغربی میڈیا کا تاریخی پس منظر مقاصد، مغربی نیوز ایجنسیوں کی رپورٹنگ، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالمی پروپیگنڈہ ذرائع ابلاغ کا علمی اور فنی تجزیہ اسلامی میڈیا کیا ہے؟ کتاب کے آغاز میں ایک مفصل مقدمہ ہے جس میں مغربی دانشوروں کے حوالے سے یہودیوں کے عالمی منصوبے کی سازش پر سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔
ایک دستاویز۔ چونکا دینے والے انکشافات
صفحات: ۴۲۲
قیمت: ۹۰/- نوے روپئے
ملنے کا پتہ
مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ

مولانا سید محمد لقمان اعظمی ندوی اللہ کے حضور میں

شمس الحق ندوی

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے لائق ترین فرزند ارجمند، جید عالم دین، متقی، پرہیزگار، مخلص عربی زبان وادب کے ماہر فن ادیب، ماہر تعلیم، علم حدیث کے موضوع پر عبور رکھنے والے، مختلف کتابوں کے مصنف اور ٹیچرز ٹریننگ کالج حائل (سعودیہ عربیہ) کے ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے پروفیسر اور سربراہ مولانا ڈاکٹر سید محمد لقمان اعظمی ندوی ۶ر جنوری ۲۰۰۱ء مطابق ۱۰ر شوال ۱۴۲۱ھ کو انتقال فرماگئے۔

ڈاکٹر اعظمی عرب دنیا میں ایک نامور عالم دین اور ممتاز داعی اسلام کی حیثیت سے متعارف تھے، سوز و دردمندی اور موضوع کا ہمہ جہتی احاطہ ان کی تحریروں کی خصوصیات تھیں۔

موصوف بی بی پور اعظمگڈھ (موجودہ مئو) میں ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے عالمیت وفضیلت کی تکمیل کی، جامعہ ازھر مصر سے عالمیت اور تدریس کی سند حاصل کی۔ قاہرہ یونیورسٹی سے بی اے ایم اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں، کچھ دنوں سنوسی یونیورسٹی لیبیا اور وزارت تعلیم حکومت سعودی عرب میں تدریسی خدمات انجام دیں اور طویل عرصہ تک ٹیچرز ٹریننگ کالج حائل سعودیہ عربیہ کے ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز میں پروفیسر اور اس کے سربراہ رہے۔ اس کے بعد رابطہ عالم اسلامی نے انہیں اپنی خدمات میں لے لیا تھا، لیکن کاغذی کارروائی مکمل ہونے سے قبل مرحوم نے دل کا ریاض میں آپریشن کرایا جو کامیاب رہا۔ مگر ذیابیطس کے مریض ہونے کی وجہ سے بعض دیگر شکایات پیدا ہوگئیں تھیں اور تقریباً چار ماہ اسپتال میں کوما کی حالت میں رہ کر اپنے مالک حقیقی سے جاملے

مولانا سید محمد لقمان صاحب نے تعلیم کے مختلف مراحل میں مصروف رہ کر تعلیم وتربیت کے میدان میں نصف صدی گذاری اور عالم اسلام کے معروف ترین علماء، مفکرین اور داعیوں کے تجربات سے استفادہ کیا اور ان تحقیقی معلومات کا عطر کشید کیا اس نہج پر حدیثوں کا مطالعہ ایسا بامقصد اور علمی مطالعہ سمجھا جاتا ہے جو سنت کی اہمیت اور اس کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے۔ انھوں نے حدیثوں سے فقہی مسائل کا استنباط بھی کیا تاکہ سنت کی اہمیت اور قانون شرعی کی حیثیت سے اس کا رتبہ ومقام عیاں ہو جائے، تعلیم حدیث کے سلسلہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن حسنی ندویؒ سے بخاری شریف کے مختلف ابواب پڑھے اور محدث کبیر مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ سے خاطر خواہ استفادہ کیا تھا اس طرح ان دونوں عظیم بزرگوں سے شاگردی کا شرف حاصل ہوا جو بڑی سعادت کی بات ہے۔

موصوف کو حدیث کے موضوع پر بڑا عبور اور کمال حاصل تھا "دراسات فی الحدیث" حدیث کے موضوع پر ان کی معرکۃ الآراء تالیف ہے جو دو جلدوں میں ہے، جس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مؤلف نے جن حدیثوں کا انتخاب کرکے اپنی کتاب میں جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے وہ حدیثیں سعودی حکومت کے ٹریننگ کالجوں کے نصاب درس میں داخل ہیں جہاں حدیث کے شائق طلباء اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں

اس کتاب کا اردو ترجمہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے علمی، ادبی، دینی اور اصلاحی ترجمان تعمیر حیات میں بھی قسط وار راقم سطور کے قلم سے شائع ہو چکا ہے اور اب کتابی شکل میں "تدبر حدیث" کے نام سے منظر شہود پر بھی آگیا ہے۔ افسوس کہ اردو میں اس کی دوسری جلد شائع ہو کر آئی تو مرحوم اس عالم فانی سے رخصت ہو چکے تھے دیکھ بھی نہ سکے جس کے دیکھنے کی ان کو بڑی فکر اور خواہش تھی

اس کتاب سے کتاب سنت کی صحیح اور حقیقی اہمیت واضح ہوتی ہے اور یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ قرآن وحدیث ہی اسلام کی اساس اور بنیاد ہیں ان سے سرمو انحراف نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ازیں قبل ڈاکٹر اعظمی کی گراں قدر تصنیف مجتمع المدینۃ فی عہد الرسولؐ (عہد نبوی کا مدنی معاشرہ) بھی منظر عام پر آچکی ہے جس کے مترجم ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی کے زیر اہتمام شائع ہو کر داد وتحسین حاصل کر چکی ہیں۔

مولانا اعظمی صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ اور اس کے سابق ناظم اعلیٰ مفکر اسلام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے عاشقانہ اور والہانہ تعلق رکھتے تھے اور تعمیر حیات میں "دراسات فی الحدیث" کا درس حدیث کے نام سے ترجمہ شائع ہونے پر بے حد خوش ہوتے تھے اور تعمیر حیات کے ایڈیٹر راقم سطور کو اس کا ترجمہ کرنے اور اس کو شائع کرنے کی وجہ سے بڑی دعائیں دیتے اور ممنون ہوتے تھے۔

مولانا کی وفات کی خبر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بڑے رنج وغم کے ساتھ سنی گئی خبر کے بعد لکھنؤ میں واقع نیو حیدرآباد جہاں ان کا مکان ہے اس میں مقیم ان کے متعلقین سے ملنے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب ناظم ندوۃ العلماء مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، مولانا سید واضح رشید ندوی صاحب صدر شعبۂ عربی دارالعلوم ندوۃ العلماء، مفتی دارالعلوم مولانا محمد ظہور صاحب ندوی، مولانا نذر الحفیظ ندوی صاحب استاذ ادب دارالعلوم ندوۃ العلماء، حضرت مولاناؒ کے خادم خاص حاجی عبدالرزاق صاحب، جناب شاہد حسین صاحب اور راقم الحروف تعزیت کیلئے گئے اور اظہار افسوس کیا مولانا کے انتقال کے وقت تنہا صرف ان کی اہلیہ جو مشہور اسلامی شاعر جناب نشور واحدی کی صاحبزادی ہیں موجود تھیں مولانا کے انتقال سے ان کے عرب شاگردوں اور احباب کو بڑا افسوس ہوا۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داران، اساتذہ اور کارکنان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب کرے اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازے (آمین)

● تعمیر حیات کے قدرداں حاجی عبدالعزیز ڈوڈو صاحب کچھی (کٹک) کا طویل علالت کے بعد ۹ر نومبر ۲۰۰۰ء کو انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماکر ان کے درجات بلند فرمائے قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ایک پڑوسی کا قصہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک نوجوان رہتا تھا اور وہ آپ کی مجلس میں آتا رہتا تھا، ایک دن اس نے امام اعظمؒ سے کہا کہ میں فلاں لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، لیکن وہ میری طاقت اور حیثیت سے زیادہ مہر کا مطالبہ کرتی ہے آپؒ نے فرمایا اس کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے ایک مرتبہ شادی کر لو، پھر اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے اس مسئلہ کو حل فرمادیں گے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، لیکن لڑکی والوں نے کل مہر وصول کئے بغیر لڑکی کو اس کے ساتھ بھیجنے سے انکار کردیا۔ آپؒ نے سردست اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے اس نوجوان کو مطلوبہ رقم بطور قرض دے دی پھر آپؒ نے فرمایا کہ اب تم یہ بات نشر کردو کہ تم اب اپنی بیوی کو اپنے ساتھ لیکر دور دراز کسی اور ملک میں جانا چاہتے ہو۔ اب یہ بات لڑکی والوں پر شاق گذری اور مشکل معلوم ہوئی۔ وہ لوگ امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں شکایت لے کر فتویٰ طلب کرنے آئے، تو آپؒ نے فرمایا کہ اسے حق حاصل ہے کہ وہ لڑکی کو جہاں چاہے لے جاسکتا ہے۔ انھوں نے کہا ہم یہ برداشت نہیں کرسکتے کہ لڑکی کو اس کے ہمراہ جانے دیں براہ کرم آپ کوئی حل پیش فرمائیں۔ آپؒ نے فرمایا جو کچھ اس سے لیا ہے وہ دے کر اس کو راضی کرلو۔ ان لوگوں نے اس تجویز کو قبول کرلیا، آپؒ نے نوجوان سے کہا یہ لوگ مہر کی رقم واپس کرنے کو تیار ہیں، نوجوان نے کہا میں اس رقم سے کچھ زائد چاہتا ہوں آپؒ نے فرمایا تو اس بات کو پسند کرلے ورنہ میں تیرے خسر کے سامنے اپنے قرضہ دینے کا اظہار کرتا ہوں تو پھر تیرے لئے قرض ادا کئے بغیر سفر ممکن نہیں ہوگا۔ یہ سن کر نوجوان کہنے لگا خدا سے ڈریئے۔ کہیں یہ لوگ سن نہ لیں فلا اخذ منھم شیئا پھر میں ان سے کبھی وصول نہیں کرسکوں گا۔ چنانچہ نوجوان دی ہوئی مہر کی رقم واپس لینے پر راضی ہوگیا، امام اعظم کی علمی برکت کی وجہ سے فریقین کی مصیبت ٹل گئی (اللہ ان پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے) (الخیرات الحسان ص: ۴۵)

بفضلہ
بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات سے
وابستہ نام — سلیمان عثمان
چند خاص مصنوعات، افلاطون، ڈرائی فروٹ برفی، ڈرائی ڈیٹ برفی، انجیر پاک، اخروٹ پاک، انڈا پاک، بادام کا زعفرانی حلوہ، بادامی حلوہ، سوہن حلوہ، بادامی سوہن حلوہ، کاجو کتلی، کاجو رول، پلم کیک...
ان کے علاوہ کاجو بسکٹ اور دیگر کئی قسم کے بسکٹ خستہ نان خطائیاں۔

شیریں رواج بشیریں مزاج
سلیمان عثمان مٹھائی والے
۳۷۵۷۹۶۶، ۳۷۵۰۰۵۹
۳۷۱۷۸۹۳
Fax: 009122-8341635 Telex: 011-79341 BARI IN

سپاس نامۂ عقیدت واحترام

ع۔ ظ۔ ن

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے عربی واسلامی ادب وثقافت کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ ایک انفرادی شان رکھتی ہیں اس کا اعتراف انہی الفاظ میں ابھی ۲۵ر شعبان ۱۴۲۱ھ کو مغرب اقصیٰ میں کیا گیا۔ اور ایک "وسام" (تمغہ) آپ کے نام پیش کیا گیا۔ اور حضرت مولانا کے وارث وجانشین مولانا سید محمد رابع ندوی ناظم ندوۃ العلماء کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ مغرب کے دارالحکومت "رباط" میں جاکر اس سپاس نامۂ عقیدت واحترام کو اپنے ماموں صاحب علیہ الرحمہ کی نیابت میں قبول کریں۔ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے ہندوستان کے اندر اپنے طے شدہ دوروں کے پیش نظر معذرت کرلی اور اپنی نیابت کیلئے حضرت مولاناؒ کے ایک خادم (راقم الحروف) (مولانا عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء) کو منتخب فرمایا۔

یہ لفظ "وسام" ہماری زبان میں غیر معروف ہے۔ مگر عربی میں یہ لفظ بہت قدیم اور فصیح ہے، اگر کسی کے جسم یا لباس پر ایک ایسا علامتی نشان لگایا جائے جس سے اس کی شناخت کی جاسکے اس کو "وسام" کہتے ہیں۔ فوج کے جنرلوں اور بڑے عہدہ داروں کے شانے پر کچھ ایسے علامتی نشان (ستاروں کی شکل میں) لگائے جاتے ہیں ان کو بھی "وسام" کہتے ہیں۔ اور اگر کسی بڑے تسلیم شدہ عالم اور دانشور کی خدمات کے اعتراف میں اس طرح کے نشان پیش کئے جائیں تو انگریزی میں اس کو LEGION OF HONOUR کہا جاتا ہے اردو میں ہم نے اس کا ترجمہ تمغۂ اعتراف یا سپاسنامۂ عقیدت کیا ہے۔

یہ تمغۂ اعتراف یا سپاسنامۂ عقیدت واحترام "ایسسکو" (تنظیم برائے امور تربیت وتعلیم وثقافت) کے ساتویں اجلاس کے موقع پر پیش کیا گیا جو "رباط" میں اس سال منعقد ہوا۔ جہاں اس کا صدر دفتر ہے۔ اور اس کو شاہ مغرب ملک محمد السادس کی سرپرستی حاصل ہے۔

یہ تمغہ یا سپاسنامہ ایک سنہری پلیٹ ہے، جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

المنظمة الاسلامية للتربية والعلوم والثقافة (الله اكبر)
ISESSCO
اليسسكو
إلى فضيلة العلامة الشيخ ابوالحسن علي الحسني الندوي تقدير العطائه العلمي المميز في خدمة الثقافة العربية الاسلامية

دستخط سکریٹری جنرل ایسسکو
عبدالعزیز بن عثمان التویجری

اس آخری جملہ کا مفہوم اردو میں یہ ہوا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اسلامی ادب وثقافت کی بیش بہا اور انفرادی انداز کی عظیم خدمات انجام دی ہیں اس کے اعتراف اور ان کی شخصیت کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے یہ "وسام" پیش کیا گیا جو یہاں کا سب سے اعلیٰ درجہ کا تمغہ ہے۔

اس کے ساتھ ایک سند بھی ہے جو ایک خوبصورت مخملی سبز رنگ کے غلاف میں پیش کی گئی اس طرح کی اسناد پر بطور عنوان عربی میں جو لفظ لکھے جاتے ہیں "براءۃ" ہے۔ بڑے بڑے ایوارڈ کے ساتھ اسی طرح کی سند دی جاتی ہے۔ اور اس کا عنوان بھی یہی ہوتا ہے۔ حضرت علامہ کی خدمت میں بعد وفات یہ سند دی گئی ہے کیونکہ جب کمیٹی نے پاس کیا تھا اس کے بعد کا اجتماع اب ہوا ہے۔ اس پر لکھا ہے:-

تقدير العطائه المميز والمباشر للخدمات الجليلة التي قدمها إلى الثقافة العربية الاسلامية تتشرف المنظمة الاسلامية للتربية والعلوم والثقافة (الايسسكو) بتقديم وسام الايسسكو من درجة الاولى إلى

فضيلة العلامة الشيخ ابوالحسن علي الحسني الندوي تغمده الله برحمته

ان کی انفرادی وممتاز خدمات جلیلہ کے اعتراف وقدردانی کے ساتھ اور ان کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے، تنظیم برائے اسلامی تربیت، علوم اور ثقافت (ایسسکو) سب سے بڑا امتیازی نشان (وسام) حضرت علامہ شیخ ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتی ہے۔ تغمدہ اللہ برحمتہ واللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنی رحمت کے چادروں میں ڈھکا رکھے۔

دستخط سکریٹری جنرل۔
عبدالعزیز بن عثمان التویجری

مردِ مومن مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دلِ بے نیاز

مولانا نور عالم خلیل امینی

مولانا علی میاںؒ نے شہرت و عزت، مقبولیت و محبوبیت اور اپنے علمی و فکری، ادبی و قلمی کارناموں اور تبلیغی و دعوتی اور تعلیمی و تربیتی بخششوں اور گفتار دلربا، کردار مومنانہ، جذب قلندرانہ، ذوق خدائی، ولذت آشنائی، مولا صفاتی و ندائے آفاقی، ذہن ہندی اور نطق اعرابی کے فتوحات واکتسابات سے دنیا کے گوشے گوشے کو اس طرح بھر دیا تھا کہ ان کے حسنِ بسیار اور خوبئ صد ہزار کے سامنے الفاظ و تعبیرات کا سرمایہ ایک قلم کار کی دست گیری نہیں کرپاتا۔ ان کی خوبیوں کا ہجوم ان پر خامہ فرسائی کرنے والے کو ششدر کردیتا ہے کہ وہ گفتگو کا آغاز کہاں سے کرے، کہ متنوع کمالات و ہر کرشمہ، دامنِ دل اور زبان و قلم کو اپنی طرف کھینچتا ہے کہ جا ایں جاست۔

تعلیم و تربیت کی توفیق پانے والا شاید ہی کوئی ایسا مسلمان بلکہ انسان ہوگا جس کے دل میں عظمت و شہرت کے آخری مقام بلند تک پہنچنے کی خواہش چٹکیاں نہ لیتی ہو اور اس آرزو کی تکمیل کے لئے اپنی سی کوشش کرنے سے باز رہتا ہو۔ ہر سلیم الطبع انسان یہی چاہتا ہے کہ رزقِ حلال کی طرف سے اطمینان کے ساتھ خدا اور خلقِ خدا کی نگاہ میں اس کو اعتبار و وقار ملے اور دنیا میں سرخ رو اور عقبیٰ میں بھی بامراد ثابت ہو لیکن کم ایسے سعادت مند ہوتے ہیں جنھیں اپنی اس دنیا کی زندگی میں حسن جات اس قدر اور اس تسلسل کے ساتھ عزت و احترام کا خراج ملا ہو، جو مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کو ملا، کیا خاص اور کیا عام، کیا ہندو اور کیا مسلمان، کیا عرب اور کیا عجم، معاشرے کے ہر طبقے اور دنیا کی ہر سمت میں ان پر محبت اور مقبولیت کی موسلا دھار بارش ہوئی جو حدیث پاک کی روشنی میں ربّ شکور کے ہاں ان کی مقبولیت کی روشن دلیل ہے۔ موت بھی ایسی قابلِ رشک پائی کہ شاید و باید کسی کو نصیب ہوتی ہے، جمعہ کا دن آخری عشرۂ رمضان، روزہ رکھے ہوئے، خط بنوانے اور غسل فرمانے کے بعد سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے "فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ" (آپ اس کو بخشش اور اجرِ عظیم کی خوش خبری دے دیجئے) کی آیت پر لب خاموش اور دل گویا ہو جاتا ہے، اور نفسِ مطمئنہ اور پاک روح خاکی ڈھانچے کو چھوڑ اپنے رب کی اور پرواز کرجاتی ہے اور عمر بھر کی بے قراری کو قرار آجاتا ہے۔

خدائے پاک کی توفیق سے مولانا علی میاںؒ کو شروع سے ہی ایسے اسباب و عناصر میسر آئے جن کی وجہ سے انھیں وہی کچھ ہونا تھا جو وہ ہوئے۔ ان کی زندگی پر طائرانہ نظر ڈالنے سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ ربِّ کریم نے انھیں خاص طور پر تیار کیا تھا اور ملت و امت کے حالات و واقعات اور مسائل و مشکلات کے موجودہ دائرے میں ان کے فکر و عمل کی تابانی علم و قلم کی ضیا پاشی اور سرگرمیٔ مسلسل کی ازحد ضرورت تھی۔

۱۔ انھیں خاندانی عظمت و عزیمت ملی کہ وہ سلالۂ نبوت سے تعلق رکھتے تھے، وہ سرزمینِ ہند میں صحیح النسب سادات کے خانوادے میں پیدا ہوئے۔ تقویٰ، زہد اور اسلام کی سربلندی کے لئے سرفروشانہ جد و جہد کی تابناک وراثت ان کے حصے میں آئی۔ ان کا حسنی خاندان جس کے مورثِ اعلیٰ حضرت شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں — .... ہمیشہ سے ظاہری و باطنی اخلاق و عادات، اسلامی روایات اور دین و دعوت کے لئے قربانیاں دینے میں ممتاز رہا ہے۔ امام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ علم اللہ حسنی کے پوتے میر محمد معین کے نام ایک خط میں انھیں مندرجہ ذیل القاب سے یاد کیا ہے:

"سیادت و نجابت آب، عزیز القدر، سلالۃ الکرام میر سید محمد معین سلمہ اللہ تعالیٰ"۔

اور پھر ان کے خاندان کے امتیازات پر روشنی ڈالنے کے بعد لکھا ہے:

"آپ کے اسلاف کرام نے جو کچھ پایا ہے بہت عالی سے پایا ہے..... فقیر کا اعتقاد ہے کہ حضرت شاہ علم اللہ کی اولاد میں ہمت عالی اس وقت تک موجود ہے..... سید اور سنی ہونا جو کہ نوادر میں سے ایک نادر شے ہے، حضرت سید موصوف کے خاندان میں ہم نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہے....."۔

دورِ آخر میں مولانا علی میاں کے جدِ امجد امام سید احمد بن عرفان شہید کا زارِ بالاکوٹ (۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶م - ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱م) نے احیائے اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے باب میں جو محیر العقول مساعی انجام دیں اور جس طرح اپنے پاکیزہ خون سے عزیمت کی تاریخ رقم کی ہے، اس کو ملت اسلامیہ ہندیہ کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ ان کے بعد کے ہمارے تمام علمائے صادقین اور بزرگانِ دین اپنی اپنی توفیق کے مطابق اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سرفروشی کی تمنا اور دعوت و عزیمت کا سبق انہی کے جہد و عمل سے حاصل کرتے رہے ہیں۔

۲۔ علم و عمل کے جامع، دعائے نیم شبی اور لذتِ سحرگاہی سے آشنا والدین اور بقول ادیبِ بے مثال اور مفسر باکمال مولانا عبد الماجد دریابادیؒ (۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء - ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء) باپ۔ یعنی مولانا سید عبد الحی حسنیؒ صاحبِ "نزہۃ الخواطر" و "گلِ رعنا" (۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء - ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء) اور بھائی۔ یعنی برادر اکبر ڈاکٹر سید عبد العلی حسنی (۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء - ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) کے از تلامذہ شیخ الہندؒ دونوں نورٌ علیٰ نور، پاک صاف طاہر مٹی (جو تیمم کے قابل ہو) سے بنے ہوئے۔ کی گود میں پلنے بڑھنے اور تربیت پانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

۳۔ نیز متنوع العلم، روشن دل و روشن دماغ، وسیع النظر، سلیم الطبع اور معتدل الخیال اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنے کی توفیق ملی جن میں علامہ خلیل عرب بن محمد انصاری یمانی (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء - ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء)، ڈاکٹر تقی الدین ہلالی مراکشی (جن کا تقرر ندوۃ العلما میں ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۰ء کو ہوا تھا) مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی (۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء - ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) مولانا عبد الحی فاروقی لکھنوی مولانا احمد علی لاہوری (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء - ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء) اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی (۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء - ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) شامل ہیں۔ انھوں نے ندوۃ العلما، لکھنؤ، دار العلوم دیوبند، اور لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ عربی کے علاوہ ایک طرف اسلامی علوم و فنون کے ماہرین اور دوسری طرف عصری ثقافتوں کے اصحابِ کمال سے استفادہ کیا اور انگریزی زبان بھی اتنی حاصل کرلی کہ مغربی مصنفین اور مستشرقین کی اسلامی موضوعات سے متعلق کتابوں کا براہ راست مطالعہ ان کے لئے آسان ہوگیا۔

ان اساتذۂ کرام کی صحبت سے انھوں نے اس طرح فائدہ اٹھایا جیسے شہد کی مکھیاں مختلف پھولوں اور پھلوں کا رس چوستی اور خاص شفا بخش اور اور شفاف شہد میں تبدیل کردیتی ہیں، متنوع ثقافتوں کی وجہ سے ان کے قلب و دماغ نے ان کے وروثی اعتدال اور توازن برتنے کی صفت کو مزید جلا بخشا۔

۴۔ مولاناؒ کو موحدین، عاشقانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اصحابِ استقامت و عزیمت اور رہبانِ باللیل اور فرسانِ بالنہار، انسانیت پر ترس کھانے والے اور امت کی زبوں حالی کو دور کرنے کے لئے انگاروں پر لوٹنے والے مربیان اور داعیانِ اسلام کی پرتاثیر اور طویل صحبتیں میسر آئیں۔ ان داعیوں اور مربیوں میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، بانیٔ دینی دعوت و تبلیغی تحریک مولانا محمد الیاس کاندھلوی دہلوی (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء - ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) مولانا عبد القادر رائپوری (انداز ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء - ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء - ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء) سرِفہرست ہیں۔

حضرت مدنیؒ سے نہ صرف ان کے برادرِ بزرگ مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی ارادت کا تعلق رکھتے تھے بلکہ ان کی صاحب زادیاں وغیرہ بھی ان کے دست گرفتوں میں تھیں۔ اسی لئے ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں، حضرت مدنیؒ کی کسی پروگرام میں شرکت کی غرض سے لکھنؤ تشریف آوری کے موقع سے ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنے برادرِ خورد مولانا علی میاں کو ان کے حوالے کیا اور دیوبند میں ان کی خدمت سے مستفید ہونے اور ان کے درسِ بخاری شریف و ترمذی شریف میں شرکت کا حکم کیا۔ ماہ ربیع الاول سے رجب کے اواخر تک مولانا نے دیوبند میں نہ صرف حضرت مدنی کی شبوں کے گداز، دن کی تپش اور دل کی خلش سے فائدہ اٹھایا بلکہ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ سے دیگر طلبۂ دار العلوم دیوبند کے ساتھ ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء) کی مشہور کتاب "شرح نقایہ" بھی پڑھی، نیز ڈابھیل سے علامہ انور شاہ (۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء - ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء) کی اسی دوران دو ایک مرتبہ دیوبند تشریف آوری کے موقع کو غنیمت جان کر ان کی مجلسوں میں بھی حاضر ہوتے اور استفادہ کرتے رہے نیز دار العلوم دیوبند کے استاذ مولانا قاری اصغر علی سے حفص کی روایت کے مطابق قراءت و تجوید بھی پڑھی۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ سے نہ صرف تفسیر پڑھی بلکہ شاہ ولی اللہؒ کی حجۃ اللہ البالغہ بھی پڑھی، اور ان کی صحبت میں ایک عرصے تک باقاعدہ قلب و نگاہ کو مزکیٰ بھی کیا، ان کی صحبت میں خدا طلبی کا ذوق پیدا ہوا، خدا کے نام کی حلاوت اور مردانِ خدا کی محبت نے دل میں جگہ لی، ذوق و رجحان پرسان چڑھی، راست روی کی دولت ملی اور تعلق مع اللہ کے لئے بے قراری کی سعادت سے بہرہ یاب ہوئے، ان کی دم سازی و عیسیٰ نفسی نے اخلاص و عقیدے کو صیقل کیا اور عملی و فکری زندگی کو ایک نئی سمتِ سفر عطا فرمائی۔

مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی صحبت کیمیا اثر نے انھیں دین کے لئے تڑپنا پھڑکنا سکھایا، اتباعِ سنت، انابت الی اللہ کا ذوق، استقامت و عبادت کا شوق، ایمان و احتساب کی کیفیت سے سرشاری، مقصد کا عشق، درد کی دوا اور دردِ لادوا، مسلمانوں کے دینی تنزل کا جامع احساس اور دعوت و تبلیغ کا بے پناہ ولولہ دیا اور نشانِ منزل جاننے سے باخبر کیا۔ ان سے تعلقِ قلب و نگاہ کی دولت نے خود مولانا کے بقول انھیں اس صلاحیت سے بہرہ ور کیا کہ وہ یہ سمجھ سکیں کہ:

"ان دو دعوتوں اور کوششوں، قیادتوں اور طرزِ فکر و تفہیم میں کیا فرق ہوتا ہے، جن میں سے ایک کا سرچشمہ کثرتِ عبادت و انابت و دعا، قرآن مجید میں عمیق تدبر، سیرتِ نبوی کا عاشقانہ مطالعہ اور مخلصانہ تتبع اور اجتہاد اور ہدایتِ ربانی ہوتی ہے۔"

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی صحبت، تربیت اور تزکیے سے اس احساس کی دولت ملی کہ مادیت کے بحر ظلمات میں جو چاروں طرف پھیلا ہوا ہے، ایک ایسا جزیرہ بھی ہے جہاں ذکر و فکر کے علاوہ کوئی اور شے موضوع گفتگو اور مشغلۂ زندگی نہیں، وہاں بے نظیر ذہانت و بے نفسی کا درس حاصل ہوا در شفقت مادری جیسی شفقت ملی، دل کی انگیٹھی کو گرم رکھنے کی کلید حاصل ہوئی۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا کا تعلق گویا اپنے شیخ مولانا عبدالقادرؒ ہی جیسا رہا۔ مؤخر الذکر کی وفات کے بعد تو گویا اول الذکر ہی ان کے شیخ و مربی کے درجے میں رہے، ان کی متعدد عربی کتابوں پر مقدمے لکھے، بار بار سفر کئے اور جگر سوزی، علم و عمل کی جامعیت، عبادت و ریاضت کے ساتھ تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کے مبارک اور مسلسل مشغلے سے بھرپور زندگی سے اثر پذیر ہوئے۔ شیخ کے ساتھ ان کا یہ تعلق وقت کے ساتھ اور بڑھتا گیا چنانچہ جب تک وہ حیات رہے زندگی کے اہم مسائل میں ان سے پوچھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا کیونکہ مولانا کا یہ عقیدہ و عمل تھا کہ زندگی کی وادی پرخار میں کسی روشن دل، بیدار مغز مرد مومن کی رہنمائی کے حصار ہی میں سفر کرنا چاہئے ورنہ حالات کے نکیلے کانٹوں سے دامن کے الجھ جانے کا یقینی خطرہ موجود رہتا ہے۔ محض علم و مطالعے اور ذہانت و فراست کے ذریعے جو لوگ سمت سفر کا تعین کرتے ہیں وہ اکثر کعبہ نہ پہونچ کر ترکستان کو نکل جاتے ہیں اور ان کی عقل و خرد اور فکر و نظر کا جگر لہولہان اور ایمان و عقیدے کا دامن تار تار ہو جاتا ہے۔ تاریخ کے ایک طالب علم اور جہاں دیدہ و نرم و گرم چشیدہ ہونے اور سب تمام انسانوں کا مطالعہ کرنے، دیکھنے اور تجربہ کرنے کی وجہ سے وہ اس حقیقت سے سب سے زیادہ واقف تھے۔

مولانا علی میاں نے بلاشبہ اقبال کے حقیقت پسندانہ اور گہری بصیرت سے ترشے ہوئے اشعار، ان کے صور اسرافیل، ان کے بال جبریل اور ان کی ضرب کلیم ان کی آواز، انداز و تمنا سے اپنے کو منجہ خیز طور پر ہم آہنگ کر لیا تھا۔ ولایت عشق کے فاتح و سپاہی اور سپاہی ساز اور دیار مہر و وفا کے راہی و راہنما اقبال نے انھیں حرم میں بغاوت خرد سے آمدہ خطرے کے مقابلے کے لئے عشق و محبت کی سپاہ تازہ کی تیاری کا پیغام دیا، جسے عملی جامہ پہنانے کے لئے مولانا علی میاںؒ نے .... پوری زندگی وقف کر دی۔ بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم آنے اور شہر کے خوگر کو وسعت صحرا سے ہم کنار ہونے کی پیہم دعوت دیتے رہنے کے لئے اپنے قول، عمل، سیرت، اخلاق، نشست و برخاست دعوت، ملاقات، اسفار، قلم و زبان کی ساری توانایاں جس حوصلے، ولولے اور دوام کے ساتھ مولانا علی میاںؒ نے صرف کیں، اسے محض توفیق الٰہی کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اقبال کے شعری و تخلیقی سرمائے نے مولانا کی عقل و فکر، دماغ و نظر کی ہم نوائی کی، اسلام کی ابدی حقیقتوں کی ترجمانی کے لئے طاقتور و جادو انگیز، اثر آفریں و شعلہ بار و پرجوش تعبیریں دیں، جن سے تن مردہ میں زندگی کی بے انتہا طاقت دَر آتی ہے اور جمود و گراں خوابی کا سارا نشہ ہرن ہو جاتا ہے۔

اقبال کے فکر و فن اور شعر و ادب کو مولاناؒ نے اپنے خوابوں کا ترجمان، دل کی زبان، جذبات و محسوسات کا بیان اور فکر و عقیدے کی لسان پایا چنانچہ انھوں نے اسے پسند کیا، اپنایا اور اپنے تعبیری و تفکیری اثاثے اور تخلیقی و تعمیری، دعوتی و تبلیغی اور علمی و ادبی سرمائے کا اس کو خوب صورت، معنی آفریں، خیال افروز، حوصلہ انگیز، مشک بار اور عطر بیز حصہ بنا لیا۔ اور اپنی تحریر و تقریر میں اس کو اس طرح سمو لیا "برگ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم" اسلوب ادا اسلوبیات کا ایک طالب علم آسانی سے یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ مولاناؒ کے زبان و قلم اور سوچنے اور کہنے کو اقبال کے شعر و فکر نے غیر معمولی خوبی سے غیر معمولی حد تک متاثر کیا ہے۔

مولانا نے اقبال کو بے حساب کیوں چاہا اور ان سے ٹوٹ کر کیوں محبت کی؟ مولانا کے قلم سے اس کی لذت انگیز حکایت کا ایک ٹکڑا آپ بھی پڑھئے اور لطف لیجئے۔

"اقبال کو پسند کرنے کے اسباب بہت سے ہو سکتے ہیں اور ہر شخص اپنی پسند کے مختلف وجوہ بیان کر سکتا ہے، انسان کی پسند کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ کسی فن پارے کو اپنے خوابوں کا ترجمان اور اپنے دل کی زبان پانے لگتا ہے۔ انسان بہت خود بیں و خود پسند واقع ہوا ہے، اس کی محبت اور نفرت، تمناؤں اور دلچسپیوں کا مرکز و محور بڑی حد تک اس کی ذات ہی ہوتی ہے، اس لئے اسے ہر وہ چیز اپیل کرتی ہے، جو اس کی آرزوؤں کا ساتھ دے سکے اور اس کے احساسات سے ہم آہنگ ہو جائے میں بھی اپنے کو اس کلیے سے الگ نہیں کرتا میں نے کلام اقبال کو عام طور پر اسی لئے پسند کیا ہے کہ وہ میری پسند کے معیار پر پورا اترتا اور میرے جذبات و محسوسات کی ترجمانی کرتا ہے۔ وہ میرے فکر و عقیدہ ہی کے ساتھ ہم آہنگ نہیں، بلکہ اکثر میرے شعور اور احساسات کا بھی ہم نوا بن جاتا ہے"۔

"سب سے بڑی چیز جو مجھے ان کے فن کی طرف لے گئی، وہ بلند حوصلگی، محبت اور ایمان ہے، جس کا حسین امتزاج ان کے شعر اور پیغام میں ملتا ہے اور جس کا ان کے معاصرین میں کہیں پتہ نہیں لگتا میں بھی اپنی طبیعت اور فطرت میں انہی تینوں کا دخل پاتا ہوں۔ میں ہر اس ادب اور پیغام کی طرف بے اختیارانہ بڑھتا ہوں، جو بلند نظری، عالی حوصلگی اور احیائے اسلام کی دعوت دیتا اور تسخیر کائنات

اور تعمیر انفس و آفاق کے لئے ابھارتا ہے، جو مہر و وفا کے جذبات کو غذا دیتا اور ایمانی شعور کو بیدار کرتا ہے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ان کے پیغام کی آفاقیت و ابدیت پر ایمان لاتا ہے"۔

"میری پسند اور توجہ کا مرکز وہ اسی لئے ہیں کہ وہ بلند نظری، محبت اور ایمان کے شاعر ہیں، ایک عقیدہ، دعوت اور پیغام رکھتے ہیں اور مغرب کی مادی تہذیب کے سب سے زیادہ فکر مند نگ نظر قومیت و وطنیت کے سب سے بڑے مخالف اور انسانیت اور اسلامیت کے عظیم داعی ہیں"۔

فراست ایمانی و لذت قرآنی، نور بصیرت، و دینی عزیمت، اخلاقی برہان و عملی قوت کے حامل، رازہائے شریعت و طریقت سے باخبر اور حالات و زمانے کے اشارات پر وسیع و عمیق نظر رکھنے والے علمائے ربانی نے مولانا علی میاںؒ کے سلسلے میں ان کے عنفوان عمر سے جو بشارتیں دی تھیں، جو توقعات وابستہ کئے تھے، جن بلند الفاظ سے انھیں یاد کیا تھا اور عرب و عجم کے نامور علماء و ادباء و مفکرین نے ان کی عظمت و امتیاز کے جس طرح گیت گائے تھے، مولانا کے علمی و فکری و ادبی اور قیادتی و اجتماعی کارناموں کو دیکھ کر دنیا نے تصدیق کیا کہ اتنے سارے علماء و مشائخ کا اندازہ ان کے سلسلے میں اتنا صحیح ثابت ہوا، جتنا شاید کسی بڑے سے بڑے سائنس داں کا اندازہ تجرباتی علوم اور برق و بخارات کے سلسلے میں بھی صحیح نہیں ہوتا، جب کہ ثانی الذکر اندازہ محسوسات و مشاہدات کی روشنی میں لگایا جاتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے جو اپنی دقت نظری، ذہانت اور علمی گیرائی و گہرائی کے لئے شہرت عام رکھتے تھے مولانا علی میاںؒ کے ایک خط کے جواب میں انھوں نے جو خط ان کو اس وقت لکھا تھا جب ان کی عمر صرف ۱۹ سال کی تھی، تو انھیں "مجمع الکمالات" لکھا تھا۔

شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اپنے شاگرد مولانا علی میاںؒ کو ایک خط میں "مجمع الفضائل مولوی ابوالحسن صاحب" لکھ کر "بارک اللہ فی اخلاصکم و اعمالکم" کی دعا دے کر گویا مولاناؒ کے اخلاص اور حسن عمل کی گواہی دیتے ہیں۔

ایک دوسرے خط میں مولاناؒ کو لکھتے ہیں:

"چونکہ آپ میرے ہیں" اس لئے اللہ تعالیٰ کا جو فضل بھی آپ پر ہو وہ میرے لئے باعث صد فخر ہے، مجھے جس طرح مولوی حبیب اللہ سلمہٗ کی ترقی سے فرحت ہو سکتی ہے، اسی طرح، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بعض وجوہ کی بنا پر اس سے زیادہ خوشی و سرور آپ کے درجات کی ترقی سے ہوتا ہے۔ اب دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے اور موجودہ دور فتن میں تمام مصائب و آلام سے مامون رکھے۔ آمین یا رب العالمین"۔

ایک دوسرے مکتوب میں انھیں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کی ہر کامیابی سے جتنا میرے دل میں سرور اور فرحت حاصل ہوتی ہے، غالباً دنیا میں اور کوئی نہیں جسے اس درجہ کی راحت حاصل ہو، میرا دل آپ کی ترقی دارین کے لئے بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر دراز عطا فرمائے"۔

کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی دعائیں اور تمنائیں مولانا علی میاںؒ کے سلسلے میں بارگاہ ایزدی میں حرف بہ حرف مقبول نہیں ہوئیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے اپنی زندگی کی ایک آخری مجلس میں مولاناؒ کو مخاطب کرکے فرمایا:

"مولانا! میں آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں آپ کی کیا تعریف کروں؟ تعریف کرنا محبت کا اوچھا پن ہے"۔

ایک مکتوب میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ مولانا کو لکھتے ہیں:

"مخدومی و محترمی حضرت سید صاحب، دامت برکاتہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ"۔

"... آں محترم کی توجہات عالیہ سے تبلیغ کو جس قدر نفع پہونچا ہے، اب تک لگنے والوں میں سے کسی سے نہیں پہونچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مقدس توجہات کو اس طرف اور زائد سے زائد مبذول فرمائے..."۔

ایک دوسرے خط میں مولانا کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں:

"مخدوم و مکرم معظم محترم سلالۂ خاندان نبوت أقامنا اللہ وإياكم لإعلاء كلمته وإحياء سنن نبيه"۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

"بخدمت عالی عمدۃ الآمال والأمانی مکرم محترم حضرت سید صاحب"۔

ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"میری امیدوں اور تمناؤں کی ودیعت گاہ محترم سلالۂ خاندان نبوت"۔

ہے کوئی جس کو ان آرزوؤں اور توقعات اور دعاؤں کے لفظ لفظ بارگاہ استجابت میں قبول ہونے میں ذرہ برابر شک کرنے کی جرأت ہو۔

مجھے یہاں مولاناؒ کے سلسلے میں تمام بڑوں کی دعاؤں و توقعات کا احاطہ مقصود نہیں کہ قارئین کے لئے گھبراہٹ اور اکتاہٹ کا باعث ہو سکتا ہے ورنہ عالم عرب کے بڑے بڑے علماء و ادباء اور عالم اسلام کے باکمال اہل علم و قلم کی لاتعداد، عقیدت مندانہ و البہانہ شہادتیں، ڈھیر ساری مولاناؒ کی اپنی لکھی ہوئی اور ان کے سلسلے میں دوسروں کی تصنیف کردہ کتابوں میں موجود ہیں، انھیں اپنی جگہ مطالعہ کیا جا سکتا ہے لیکن یہاں صرف ایک بشارت بشکل خواب جو خود ان کی عالمہ و صالحہ و عابدہ و نیک خو والدہ کی ہے، کو نقل کرنے کے لئے قلم بے تاب نظر آتا ہے، لہٰذا اس کو درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

جس زمانے میں ان کی والدہ محترمہ سیدہ خیر النساء صاحبہ (متوفی ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء) کی شادی ان کے والد محترم مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب کے ساتھ ہونے کی بات چل رہی تھی، انہی دنوں ان نیک بخت و سعادت نصیب خاتون نے جو بشارت آمیز خواب دیکھا، اس کا قصہ خود وہ اپنے قلم سے یوں لکھتی ہیں:

"ایک رات کو میں نے خواب دیکھا کہ خاص اس مالک کریم، رحمن و رحیم کی عنایت و مہربانی سے ایک آیت کریمہ مجھے حاصل ہوئی، صبح تک وہ زبان پر جاری تھی، مگر کچھ خوف ایسا تھا کہ میں بیان نہ کر سکی، منہ سے نکلنا دشوار تھا اور اس کے معنی بھی مجھے معلوم نہ تھے، جب معنی دیکھے تو خوشی سے پھولی گئی اور تمام فکر و غم بھول گئی، اپنی اس خوش نصیبی پر فخر کیا اور اس خواب کو بیان کیا، ہر شخص سن کر رشک کرتا اور والد محترم تو خوشی میں رونے لگے۔ وہ آیت کریمہ یہ ہے:

"فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ"۔
(السجدہ/۱۷)

سو کسی کو نہیں معلوم جو چھپا دھرا ہے ان کے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک بدلہ اس کا جو کرتے تھے۔

کوئی حد ہے مولاناؒ کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کی اپنے والدین کے لئے، اپنے اہل خاندان کے لئے، اپنے مربی برادر اکبر کے لئے، اپنے متعارفین و محبین و دعا گویوں کے لئے اور ان تمام مسلمانوں اور انسانوں کے لئے جنھیں ان کی تحریر و تقریر، ان کی صحبت و مجالست ان کی ملاقات و زیارت، ان سے عقیدت و محبت، ان کے سلوک و کردار، ان کے اخلاق کریمانہ کے گوہر آبدار، اور ان کے حب نبوی اور اسلام پر فدا ہونے کی کیفیت، ان کی جہد مسلسل و حرکت پیہم و تگِ بے کراں سے بھرپور زندگی و بندگی، جاں سوزی و تابندگی سے کسی نہ کسی شکل میں فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا رہا ہے، یا رہے گا۔

میں نے صرف اردو میں نہیں عربی میں بھی تحریر کے بادشاہوں کو پڑھا ہے، تقریر کے جادوگروں کو سنا ہے، الفاظ کے شہنشاہوں کو برتا ہے، فصاحت و بلاغت کے دریا بہانے والوں کا تجربہ کیا ہے، مطالعہ و معلومات کی گم نام اور تاریک سرنگوں میں بے خطر بہت دور تک چلے جانے والے بہت سے لوگوں کا علم ہے، لیکن خدا اور رسول کو گواہ بنا کر کہنے دیجئے کہ تحریر و تقریر کے لفظ لفظ نہیں، حرف حرف پر اور ہر زیر و بم پر خلوص کا جو حسن، ایمان و یقین کی جو مہر تابی، درد دل کی جو لذت، انسانوں سے محبت کا جو جمال، اعلائے کلمۃ اللہ کا جو جلال، صدائے حق کی جو دل نوازی، اور سوز دروں کی جو تمازت اور فکر غیور و ذہن پر نور کی جو جاذبیت و حرارت میں نے مولانا علی میاںؒ کے ہاں محسوس کیا ہے، وہ میرے محدود علم و مطالعے میں ان میں سے کسی کے ہاں نہیں تھی۔

میں نے عربی اور اردو دونوں میں یکساں طور پر روحانیت اور ایمان و یقین میں ڈھلی ہوئی اور قلب و جگر کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ان کی تحریریں پڑھی ہیں۔

مولانا کی "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" "کاروان مدینہ" "جب ایمان کی بہار آئی" کو بالخصوص اور ان کی دیگر کتابوں اور دعوتی و فکری کتابچوں کو بالعموم ایک سے زائد بار پڑھا ہے۔ آپ یقین کیجئے کہ بعض دفعہ فرط جوش و جذبات کی وجہ سے مجھے ایسا لگا کہ میرا سینہ چاک ہو جائے گا، چنانچہ میں بیٹھا ہوتا تو کھڑا ہو جاتا اور کھڑا ہوتا تو ٹہلنے لگتا، نہ معلوم کتنی مرتبہ آنکھوں کو دولت اشک ملی، اور عصیاں شعار و توبہ شکن دل پر قلعی ہوئی۔ میرے جیسے سیکڑوں نہیں ہزاروں ایسے بندگان خدا ہوں گے جنھیں مولاناؒ کی تحریر و تقریر سے اس مبارک کیفیت کا توشہ ملا ہوگا اور ان شاء اللہ ملتا رہے گا۔ آخر کوئی تو بات ہے کہ عرب کے بڑے بڑے شاہان قلم و زبان، اپنا اپنا تاج شہنشاہی مولانا کے قدموں میں ڈال کر عقیدت کا خراج ادا کر کے ناقابل بیان فرحت و انبساط محسوس کرتے رہے ہیں۔

وہ خلوص کے جادو سے لوگوں کا دل جیت لیتے تھے، مجلسوں اور کانفرنسوں پر چھا جاتے تھے۔

مولانا علی میاںؒ ایسے مجمع الکمالات تھے جن میں سے ہر کمال انسان کے بڑا بننے کے لئے کافی ہوتا ہے اور اگر یہ سب کسی میں جمع ہو جائیں تو مرد مومن انسان کامل بننے کی ممکنہ صفات و صلاحیتوں کا حامل بن جاتا ہے۔ خوش قسمتی سے یہ سب کسی میں جمع ہو جائیں تو وہ علی میاںؒ کی دل نواز شخصیت میں ڈھل جاتا ہے۔

برصغیر کے ان کے ہم عصروں میں بعضوں کو بیرون ملک شہرت تو ان کی ایسی مل گئی، لیکن کسی کے ہاں علمی غرور و خودسری تھی، تو کسی میں فکری کجی۔ چنانچہ کسی کو بھی شہرت و عزت کے انتہا، عمل کی درخشندگی سے حرماں نصیبی، توازن کے فقدان اور بھر خلوص، خلق خدا کی بے لوث اور بے انتہا محبت کی کمی کی وجہ سے عظمت و محبوبیت کا وہ اعلیٰ و ارفع مقام عطا نہیں ہوا، جو مولانا کا طرۂ امتیاز ہے۔

مولانا علی میاںؒ کی یہ بڑائی بھی سبھوں پر بھاری ہے کہ تمام بڑوں کی محبت، عوام و خواص کے اعتقاد، پوری دنیا میں ان کے ہر آن بڑھتے رہنے والے احترام اور شہرت کے آسمان پر پہونچ جانے کے باوجود وہ علمی افتخار کا شکار ہوئے نہ زہد و ریاضت کے غرور سے شکست کھا سکے، بلکہ وہ جیسے جیسے دنیا والوں کی نگاہ میں زیادہ محبوب ہوتے گئے، ان کی خاکساری میں ایسا محسوس اضافہ ہوتا گیا جسے کور چشموں کو بھی محسوس کرنا پڑا اور جس کی گواہی دنیا کے ہر اس انسان نے دی جس کو کسی طور ان سے سابقہ ہوا۔

علم و فکر کی راہ سے بھی دین کی خدمت اور دعوت کا عمل انجام دیا جا سکتا ہے اور دیا جاتا ہے اور مولانا علی میاںؒ اس میدان کے بھی کامیاب شہسوار

تھے، لیکن بہتوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ علم و قلم کے لئے یک سو ہو جاتے ہیں، اس کے پیچ و خم میں اتنے الجھے رہتے، مطالعہ و معلومات کے گرداب میں مسلسل اس طرح پھنسے رہتے اور لکھنے پڑھنے کی دنیا کی لذت انگیز و طرب خیز تنہائی اور تصنیف و تالیف کے عشرتکدوں کی آرام و راحت کے ایسے اسیر ہو جاتے ہیں کہ ملک و ملت کے مسائل، قیادت و دعوت اور اجتماعی خدمات اور امت کے درد و الم میں شرکت کرنے کی انھیں فرصت نہیں مل پاتی، یا اس کے لائق ہی نہیں رہ جاتے، لیکن مولانا نے علم و قلم کی شہ سواری کے ساتھ دنیا کے چپے چپے کا جس طرح سفر کیا، ملکوں ملکوں جس طرح گئے، قریہ قریہ اور کوبہ کو جس طرح پھرے، گوشے گوشے میں جس طرح ایمان و یقین کی صدا لگائی، عرب و عجم کو جس طرح محمدی پیغام کے ذریعے جھنجھوڑا، مغربی تہذیب کی فسوں کاری کا جس طرح پردہ چاک کیا، درد و محبت کا جس طرح مینہ برسایا، معاشرے کے قلب پر جس طرح دستک دی، اہل اسلام کو جس طرح صورت خورشید جینے کا درس دیا، ہر نوع کی بوالہوسیوں کے خلاف جس طرح گرجے برسے اور پنجہ آزمائی کی، باطل کو للکارا، شب پرستوں کو رگیدا، وطن کی خدمت کا حق ادا کیا، اور اپنے وطن میں مسلمانوں کے مسائل اور انھیں مسلمان جینے رہنے کے حق کی بحالی کے لئے جس طرح خداوندان حکومت سے پنجہ آزمائی کی، انسانیت اور آدمیت کا جو سبق باشندگان وطن کو دیا، تہذیب و تمدن کی جو سوغات ان میں تقسیم کی اور جس طرح باہمہ و بے ہمہ رہے، اس کی مثال ان لوگوں میں کوئی پیش نہیں کر سکتا جنھیں ہماری نسل نے دیکھا اور برتا ہے۔

مولانا علی میاں بہرکیف بشر تھے جس سے غلطی اور بھول چوک کا امکان بہرکیف باقی رہتا ہے، لیکن بشری شکل میں فرشتہ ہونے کی زیادہ سے زیادہ خوبی میں نے انھیں میں دیکھی ہے۔ ان کی معصومیت کی قسم تو نہیں کھائی جا سکتی، لیکن جن بزرگوں کو میں نے دیکھا برتا ہے (ان سب کے احترام اور ان کے لئے دعائے خیر کے باوجود) میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ انسانیت و شرافت، مروت و انسیت، توازن و فروتنی، سادگی و بے نفسی، دنیا کے مال و منال سے بے رغبتی اور بڑی سے بڑی قیمت پر نہ بکنے کی صفت میں ان سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا۔ میں نے کم و بیش ۹ سال کی مدت مولاناؒ کی خدمت میں گزارا ہے، جس کا شاید آدھا حصہ مولاناؒ کے ساتھ، مولاناؒ کے پاس اور ان کی خدمت میں، "ان کے تصنیفی و تالیفی کام میں ان کا ہاتھ بٹانے کی سعادت سے بہرہ ور رہا ہوں" انھوں نے کبھی کسی کام کو کیوں کیا کیوں نہ کیا نہیں کہا، وہ اپنی موہنی صورت، ادائے دل نوازی، شیریں گفتاری کی نرم خوئی و دلجوئی سے دل میں گھر کر جاتے تھے، وہ ہر طرح سے صرف انسان لگتے تھے، کروفر، شان و شوکت اور ٹیپ ٹاپ سے ان کی ذات، ان کا آشیانہ، ان کا لباس، ان کا خورد و نوش، ان کی زندگی کا ہر لمحہ بالکل مبرا تھا وہاں دربانوں کا ہجوم تھا نہ پہرہ داروں کی سختی، نہ خدامان جفا کیش کی دھر پکڑ۔

بعض ایسے محروم توفیق و سعادت لوگ بھی نظر آئے اور کیوں نہ نظر آتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ناقدین و معاندین بھی تو اسی زمین پر بستے ہیں، تو انسان چاہے جتنا بڑا ہو جائے وہ حرف گیری کرنے والوں کی زد سے نہیں بچ سکتا (کہ بھنگیوں کی نظر صرف گندگیوں کی تلاش میں رہتی ہے) جو مولانا علی میاںؒ کی سلامت روی اور توازن و اعتدال کو ان کی کمزوری گردانتے تھے، بلکہ مداہنت سے تعبیر کرتے تھے، کہ وہ کسی مسئلے میں صاف لفظوں میں دو ٹوک رائے قائم نہیں کرتے، لیکن انھیں کیا معلوم کہ یہ مولانا کی کمزوری نہیں بلکہ بہت بڑی خوبی تھی۔ وہ مخالف سے مخالف فرد اور جماعت کے لئے زبان اور قلم کو آخری حد تک جانے دینا تو درکنار، کسی طرح کی آلودگی سے بھی پاک رکھتے تھے۔ ان کی خوبی تھی کہ... وہ... دل خراش اور مروت کو جراحت پہونچانے والے کسی بھی حرف و صوت سے بہرحال گریزاں رہے، اسی وجہ سے مخالف و موافق دونوں قسم کے لوگ ملکی و ملی مسائل میں ان پر اتنے متفق تھے جس کی مثال میں کسی معاصر کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔ مسلم و غیر مسلم دونوں ہی ان کی عظمت کا دم بھرتے تھے، صلح جوئی اور نرم روی ان کا سب سے بڑا ہتھیار تھی، انھوں نے قلم و زبان سے اشتعال انگیز کوئی بات لکھی نہ کہی، اسی لئے ان سے زیادہ متفق علیہ شخص ہر طبقے اور ہر مذہب و رجحان کے لوگوں کے نزدیک کوئی نہیں تھا۔

ہر پڑھا لکھا شہرت و عظمت و احترام کا خواہاں تو ہوتا ہے، لیکن وہ اس کردار و سلوک پر کاربند نہیں ہو پاتا جو مولانا علی میاںؒ کو ہر دل عزیز بنا دے گیا۔

اتحادِ مسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا ایسا ہی سہارا ہے جیسے عمارت کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کا سہارا ہوتی ہے یہ فرما کر آپ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کر کے دکھایا۔

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان قوم کی مثال ایک جسم کی مانند ہے جس کے اعضا تمام مسلمان ہیں اور فطری خاصہ یہ ہے کہ ایک عضو کے درد سے سارا بدن بے چین ہو جاتا ہے ایسے ہی ایک فرد کی تکلیف سے ساری جماعت بے قرار ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تب ہی ایسے ہو کر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنا۔ (حدیث)

آدابِ مُطالعہ

مرتبہ: محمد صالح المنجد — ترجمہ: مفتی ڈاکٹر احتشام الحق قاسمی علیگ

مطالعہ کے دوران ملنے والی مفید باتوں کو محفوظ کرلیا جائے

یہ ایسا معاملہ ہے کہ اس سے قاری کو فوری فائدہ کا احساس ہوتا ہے جب وہ ایسی چیزوں کو جمع کرنے لگے جو کہ اس کو متوجہ کرتی ہیں اور اس کے دل و دماغ پر خوشگوار احساس چھوڑتی ہیں جیسے کوئی مؤثر تعبیر، یا کوئی ایسا حکم جس کی اس کو تلاش تھی، یا کوئی تربیتی مواد وغیرہ (اس کو جمع کرنے کا اہتمام کرے) اس طرح آہستہ آہستہ اس کے پاس ایک قیمتی خزانہ اور عمدہ ذخیرہ ان فائدہ مند عبارتوں کا جمع ہوتا چلا جائے گا۔ چنانچہ جب وہ اس کو جمع کرے گا اور اس کی فہرست مرتب کرے گا تو وہ بیش قیمت مواد اس کے پاس ایک رجسٹر میں ہوگا۔ اب جب بھی اس میں نظر ڈالے گا انسیت محسوس کرے گا وہ باتیں یاد رہیں گی۔ اور ان میٹھے پھلوں کو ہمیشہ چکھتا رہے گا۔

اور ایسی بیشتر علماء کی تصنیفات ہیں جو کہ ان علمی معلومات و فوائد پر مشتمل ہیں جو ان مطالعہ اور تحقیق کے دوران حاصل ہوئے جنھوں نے ان کو جمع کیا، تحریر کیا یا ان سے متعلقہ جذبات کو محفوظ کرلیا اور مرتب کرکے پیش کردیا (۱) اور لوگوں کی عادت ہے وہ انھیں چیزوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جن کو اچھی طرح یاد کرلیتے ہیں۔ اور انھی چیزوں کو یاد کرتے ہیں جن کو کہ اچھی طرح لکھ لیتے ہیں۔

فائدہ مند عبارتوں اور اہم معلومات کو اس طرح بھی محفوظ کیا جاسکتا ہے کہ صرف عنوان اور فائدہ کا خلاصہ اور صفحہ نمبر لکھ لیا جائے پھر اس کے بعد اپنے پاس اس کی ایک عام فہرست تیار کرلی جائے۔ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جو شخص حدیث طلب کررہا ہو اس کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنے محدث اور قلم سے ہرگز دوری نہ اختیار کرے اور جو بھی چیز اس نے سنی ہے اس میں سے کسی کو حقیر نہ جانے بلکہ اس کو لکھے، چنانچہ علم کو کتابت (تحریر) کے ذریعہ سے قابو میں کرے۔ فوائد معلومات کو محفوظ کرلینے کے بارے میں کسی شاعر نے قارئین کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

العلم صید والکتابۃ قیدہ
قید صیودك بالحبال الموثقۃ
فمن الحماقۃ ان تصید غزالۃ
وتترکھا بین الخلائق طالقۃ

ترجمہ:- علم کی حیثیت شکار کی سی ہے۔ اور تحریر کے ذریعہ اس کو قابو میں کیا جاسکتا ہے۔ تم اپنے شکاروں کو مضبوط رسیوں سے قید کرو۔ یہ ایک حماقت کی بات ہوگی کہ تم کسی ہرن کا شکار کرو اور اس کو جنگلوں میں کھلا چھوڑ دو۔

اور طالب علم کیلئے مناسب یہی ہے کہ وہ دور بین ہو اس لئے کہ حافظے اکثر دھوکا دے جایا کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں آپؐ سے حدیث بیان کرنے والوں میں مجھ سے آگے کوئی نہیں سوائے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کے اس لئے کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھا کرتا تھا (بخاری) اس صحیفہ کو جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حدیثیں جمع کی تھیں وہ اس کو "الصادقۃ" کے نام سے ذکر کیا کرتے تھے۔

طالب علم کیلئے یہ بات بھی مفید ہے کہ وہ بعض عبارتیں قواعد اور اہم خلاصے ضرور یاد کرلیا کرتے۔ اور ان کو دوسروں تک خدا کی رضا کے حصول کی غرض سے پہنچائے تاکہ دوسروں کو بھی فائدہ ہو۔ اور جو کچھ اس نے یاد کیا ہے وہ اور زیادہ محفوظ ہوجائے۔

مطالعہ کرنے میں تنوّع پیدا کیا جائے

مطالعہ میں تنوّع پیدا کیا جائے، وہ اس طرح کہ جس کتاب کا مستقل مطالعہ کررہے ہوں اس کو کسی اور کتاب سے بدل لیا جائے۔ یا موضوع تبدیل کرلیا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ جب اپنی مجلس میں بیزاری محسوس کرتے تو فرماتے: "شاعروں کے دیوان لے آؤ (ان کے ذریعہ شگفتگی پیدا کرلیتے) جبکہ محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ راتوں میں بہت کم سویا کرتے تھے اور اپنے پاس مختلف جلدیں رکھ لیا کرتے، چنانچہ ایک قسم کی کتابوں سے اکتاہٹ محسوس کرتے تو دوسری قسم کی کتابوں کا مطالعہ کرنے لگتے۔ اسی طرح اپنے نزدیک پانی بھی رکھ لیا کرتے جس سے کہ نیند کو زائل کیا کرتے (تعلیم المتعلم طریق التعلیم ص ۱۱۷-۱۱۸)

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تفصیلی کتابیں اور بہت زیادہ مسائل والی کتابیں، جیسے کہ فقہی

(۱) جیسے کہ علامہ ابن القیم کی "بدائع الفوائد" ہے ابن الجوزی کی صید الخاطر ہے اور بعض علماء نے اپنے سفر حج وغیرہ کے دوران حاصل ہونے والے فوائد نوادر بھی مدون کئے ہیں۔

اختلافات سے متعلقہ کتب میں دل میں سختی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے یہ ایک مناسب بات ہے کہ ان کے ساتھ کچھ دلچسپ اور ہلکی پھلکی کتابیں بھی پڑھ لی جائیں۔

پڑھی ہوئی کتابوں کو دوبارہ پڑھا جائے۔

پڑھی ہوئی کتابوں کو دوبارہ پڑھا جائے تاکہ معلومات میں پختگی پیدا کی جاسکے امام بخاریؒ سے جب ان کے غیر معمولی حافظہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا "میں کسی بھی چیز کے حفظ اور یاد کرنے کیلئے آدمی کے شوق و حرص اور اور مداومت نظر سے زیادہ نفع بخش کسی بھی شیٔ کو نہیں پاتا"۔ (ھدی الساری ص ۴۸۸)

مطالعہ کے اعادہ سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے نئے نئے معانی سے استفادہ ہوتا ہے جن کو کہ ہم اس سے قبل نہیں جانتے تھے اور خاص طور پر قرآن کریم کے مطالعہ کے وقت اس لئے کہ اس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوتے اور نہ ہی علماء کی طبیعتیں اس سے کبھی سیر ہوتیں۔ چنانچہ قاری جب بھی غور و فکر اور تدبر کے ساتھ اس کا مطالعہ کرتا ہے اس کو نئے معنیٰ و مطالب کی بصیرت حاصل ہوتی ہے اسی طرح علمی کتابوں کے مطالعہ کا اعادہ گذشتہ یاد کی ہوئی چیزوں کو مزید پختگی عطا کرتا ہے، سوچنے اور غور کرنے کے نئے میدانوں کو کھولتا ہے۔

بعض کا کہنا ہے: "جب تم نئی کتاب کو پہلی مرتبہ پڑھتے ہو تو تم کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میں نے ایک نیا دوست حاصل کیا ہے، اور جب تم اس کو دوبارہ پڑھتے ہو تو تم کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں پرانے دوست کا سامنا کررہا ہوں"۔

جب کسی چیز کے سمجھنے میں دشواری ہو تو خدا سے مدد لی جائے

ان چیزوں میں سے جو کہ قاری کو کتاب سے بیزار کردیتی ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہ ایسی عبارتوں سے گذرتا ہے جن کو سمجھ نہیں سکتا تو ایسے وقت کیا موقف اپنایا جائے؟ اہل علم کی سیرت میں آیا ہے کہ جب بھی ان کے لئے کوئی مسئلہ سمجھنا مشکل ہوجاتا یا کوئی دشوار معاملہ درپیش ہوتا تو وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے۔ اور اس کے آگے گریہ وزاری کرتے ہوئے دعا کرتے کہ وہ ان کے لئے اس مشکل مسئلہ کو کھول دے اور اس کے سمجھنے کو آسان کردے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا معمول تھا کہ جب بھی کسی مسئلہ کے سمجھنے میں ان کو دشواری درپیش ہوتی تو خدا کے آگے یہ کہتے ہوئے التجا کرتے یا معلم ابراھیم علمنی ویا مفھم سلیمان فھمنی (اے ابراہیم کے معلم مجھے سکھادے اور اے سلیمان کو سمجھانے والے مجھے سمجھادے) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ (الانبیاء: ۷۹) (ہم ہی نے سلیمان کو سمجھایا) یہ دعا اور مناجات کتاب کے کسی بھی مشکل کلمہ یا عبارت کے آسان ہو جانے کے ذرائع میں سے ایک مؤثر و اہم ذریعہ ہے۔

اہلِ علم سے رجوع:

اگر کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہو، جس کے سمجھنے میں دشواری ہو تو اس کے سلسلہ میں اہل علم سے رجوع کرنا چاہئے کیوں کہ فرمان نبوی ہے "جب کسی چیز کا علم نہ ہو تو اس کے بارے میں پوچھ لیا کرو۔ اس لئے کہ (کسی بھی چیز کے بارے میں جانکاری حاصل کرنے کے سلسلہ میں) عاجز ہونے اور تھک جانے کا سوال ہے"۔ (ابوداؤد)

سمجھ میں نہ آنے والی چیز کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے

کبھی حکمت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ قاری جس چیز کو سمجھ نہ سکے اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے اور اس کے بعد جو مواد ہے اس کو پڑھے تاکہ نہ ہی وقت ضائع ہو اور نہ بہت زیادہ غور و فکر (جس سے کہ معنی سمجھ میں نہیں آرہے ہیں) سے طبیعت میں اکتاہٹ پیدا ہو۔ اور ممکن ہے کہ وہ اس کے بعد اس کو سمجھ جائے۔ یا اس کو دوسری جگہ پڑھ لے۔ یا اس کو کسی سے پوچھ کر سمجھنے کی فرصت حاصل ہوجائے کہ اس کے معنی اس پر کھل جائیں۔ اسی طرح ہمیشہ لکھنے ہی والے (مصنف) کو بری قرار دینا اور قاری کے فہم پر ہی الزام لگانا درست نہیں۔ اس لئے کہ کبھی کاتب (مصنف) اپنی فکر صحیح طریقہ سے پیش نہیں کرپاتا ہے۔ اور مطلوبہ وضاحت کے درجہ تک اپنی بلاغت کی کمی اور تعبیر کے نقص کی بناء پر پہنچنے سے قاصر رہتا ہے۔

کتنی ہی مشکلات ہوں پروا نہ چاہئے
اقدام راہ حق میں دلیرانہ چاہئے
لیکن یہ گر رسائی منزل کا یاد رکھ
کوشش تو خوب چاہئے دعویٰ نہ چاہئے

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہئے
مدنظر تو مرضی جاناں چاہئے
اب اس نظر سے جانچ کے کر تو فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

حکمت

حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں بھی اسے پائے حاصل کرے کیونکہ وہی اس کا بہترین مستحق ہے۔

حدیث نبوی

مختصر

عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی دار الحکومت ریاض کے اہم تعلیمی ادارہ معہد الریاض العلمی (جو نہ صرف جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کی اساس و بنیاد ہے بلکہ نجد کا وہ قدیم ترین تعلیمی ادارہ ہے جس میں مملکت میں جامعات کی تشکیل نو سے قبل بے تمام بڑے علماء پڑھتے رہے ہیں) کے القسم الثانوی (انٹرمیڈیٹ سیکشن) میں طلباء کی ثقافتی سرگرمیاں اس سال مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ اور مملکت کے مفتی عام شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن بازؒ اور مشہور عالم و محدث شیخ محمد بن ناصر الدین الالبانیؒ کے نام سے موسوم کی گئی ہیں۔

واضح رہے کہ مملکت کے مدارس میں رائج نظام کے مطابق اور طلباء کو امت اسلامیہ کی اہم شخصیات اور ان کی خدمات سے متعارف رکھنے اور ان کے نہج اور مشن کو زندہ رکھنے کی غرض سے نہ صرف ابتدائی متوسط ثانوی (پرائمری مڈل اور سیکنڈری) مراحل کے اسکول اہم دینی تعلیمی اصلاحی دعوتی شخصیات کے نام سے منسوب ہوتے ہیں، بلکہ طلباء کی ثقافتی اجتماعی سرگرمیوں کے شعبے بھی بالعموم اہم تعلیمی دینی دعوتی شخصیات کے نام سے منسوب کئے جاتے ہیں۔

سال رواں میں معہد الریاض العلمی میں القسم الثانوی کے طلباء ثقافتی اجتماعی سرگرمیاں (جو عموماً تقریر و تحریر کی مشق، مطالعہ، آڈیو کیسٹس سے استفادہ، آؤٹنگ، حرمین یا تاریخی مقامات کے سفر اور معلوماتی مقابلوں وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہیں) انتظامی نقطۂ نظر سے تین شعبوں پر مشتمل ہیں۔ اور عالم اسلام کی تین اہم شخصیات کی طرف منسوب کی گئی ہیں ثقافتی سرگرمیوں کیلئے خاص حصہ میں جاتے ہی سب سے پہلے اسرۃ الشیخ ابی الحسن علی الندویؒ کا بورڈ جگمگاتا نظر آتا ہے اور اس کے فوراً بعد اسرۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن بازؒ اور اس سے متصل ہی اسرۃ الشیخ محمد ناصر الدین الالبانیؒ کا بورڈ نظر آتا ہے۔

اسرۃ الشیخ ابی الحسن علی الندویؒ کی خصوصی دعوت پر سعید مرتضیٰ ندوی (لیکچرر گرلس ایجوکیشنل کالج ریاض) نے معہد کا دورہ کیا، اور اسرۃ الشیخ ابی الحسن علی الندوی کے ہال میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے مولانا کی شخصیت اور خدمات کا مختصر تعارف کرایا، اور مولانا کی حیات و خدمات سے متعلق طلباء کے سوالات کا جواب دیا۔

سعید مرتضیٰ ندوی نے اس موقع پر اپنے والد مرحوم مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحبؒ (سابق ناظر کتب خانہ ندوۃ العلماء) کے نام سے قائم شدہ ادارہ المرتضیٰ مکتبات کی طرف سے طلباء کی لائبریری کو مفکر اسلام کی عربی تصانیف کے ایک سیٹ کے علاوہ مفکر اسلام کی وفات پر شائع ہونے والے عربی رسائل البعث الاسلامی (لکھنؤ) الرائد (لکھنؤ) اور قافلۃ الأدب الإسلامی (لاہور) المجتمع (کویت) نشرۃ الاخبار المرکز (آکسفورڈ) O.C.I.S.NEWS (آکسفورڈ) THE FRAGRANCE (لکھنؤ) اور مولانا کے مختصر تعارف اور عربی تصانیف کی مکمل فہرست پر مشتمل: مؤلفات الامام الندوی باللغۃ العربیۃ، مشہور اخوانی عالم علامہ یوسف القرضاوی کا رسالہ: العالم الربانی ابو الحسن علی الندویؒ، اور مولانا کی حیات و خدمات سے متعلق (مولانا کی حیات میں یا وفات کے بعد شائع ہونے والے) مختلف عرب اہل قلم کے مختلف مضامین کے مجموعہ (مرتب کردہ ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی) بعنوان ثلاث عن ابی الحسن علی الندوی کا ایک ایک نسخہ بھی ہدیہ کیا۔

● امریکہ کے محکمہ خارجہ کے سرکاری مجلہ اسٹیٹ میگزین کے ایک حالیہ شمارہ میں امریکہ کی وزیر خارجہ میڈیلین البرائٹ نے اس ضرورت پر زور دیا ہے کہ امریکہ اور عالم اسلام کے درمیان ایک دوسرے سے واقفیت اور دو طرفہ آگاہی کو بہتر بنایا جائے۔ انھوں نے اپنے مضمون میں مزید لکھا ہے کہ امریکہ کے متعدد مقاصد ایسے ہیں جو مسلم دنیا سے قریبی تعاون کے ذریعہ ہی پورے ہو سکتے ہیں۔ مضمون میں محکمہ خارجہ کے اہل کاروں پر زور دیا گیا ہے کہ وہ مسلم ملکوں کے باشندوں کے عقائد کا مکمل احترام کرتے ہوئے انہیں امریکی پالیسیوں سے تفصیلاً آگاہ کریں۔

ان کا کہنا ہے کہ امریکا اسلام کے بارے میں کسی قسم کے مخاصمانہ عزائم نہیں رکھتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے امریکی اس مذہب کے ماننے والے ہیں، اور وہ امریکہ کی سلامتی خوشحالی اور اس کے تنوع کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ آخر میں انہوں نے امید ظاہر کی ہے کہ نئی صدی مسلم اکثریتی ملکوں اور امریکہ کے درمیان ہم آہنگی پر مبنی ترقی کی صدی ہوگی۔

● عرب ممالک نے مغربی ساحل اور غزہ پٹی میں اسرائیل قبضہ کے خلاف فلسطینی مدد کے بطور سترکروڑ ڈالر مہیا کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔ عرب ممالک کے وزراء خزانہ نے ایک میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا۔ سرکاری ذرائع کے مطابق سعودی عرب نے ۲۰ کروڑ کویت اور متحدہ عرب امارات نے ۱۵ کروڑ، قطر نے ۵ کروڑ، الجیریا اور مصر نے ۲ کروڑ، عمان اور یمن نے ایک کروڑ ڈالر اور شام نے ستر لاکھ ڈالر دینے کا اعلان کیا ہے۔

پندرہ روزہ تعمیر حیات ایک تحریک ہے، اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ قسم کا کیا کفارہ ہے؟

ج:۔ قسم کا کفارہ یہ ہے کہ چاہے دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنائے اگر استطاعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھے۔

س:۔ ایک شخص کی بیوی بے پردہ پھرتی ہے اور شوہر نہ اس کو ہدایت کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسؤلہ میں ایسے شخص کے پیچھے نماز مع الکراہت جائز ہے۔ اس لئے اگر کوئی اس سے اچھا دیندار شخص موجود ہے تو اسے امام بنانا چاہیئے۔

س:۔ کیا نماز آنکھ بند کر کے پڑھنا مکروہ ہے؟

ج:۔ ہاں نماز آنکھ بند کر کے پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے البتہ اگر آنکھ بند کر کے خشوع و خضوع زیادہ ہوتا ہے تو مکروہ نہیں ہے۔

س:۔ ایک شخص ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھتا ہے جس میں بقدر معافی نجاست لگی ہوئی ہے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟

ج:۔ کسی شخص کا ایسے کپڑے پہن کر جس میں بقدر معافی نجاست لگی ہوئی ہے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

س:۔ جماعت شروع ہو جانے کے بعد سنتوں کی نیت باندھنا کیسا ہے؟

ج:۔ جب فرض نماز کی جماعت شروع ہو جائے اس کے بعد سنتوں کی نیت نہ باندھنی چاہیئے صرف فجر کی نماز کی سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جائے

س:۔ اگر مصلی کے سر پر یا اس کے پیچھے تصویر ہو تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

ج:۔ نماز مکروہ ہوگی۔ رسائل الارکان میں ہے۔ اشدها كراهة ان يكون إمام المصلى ثم من فوق رأسه ثم يمينه ثم شماله ثم خلفه

س:۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں اپنے لئے کوئی جگہ متعین کرے تو کیا یہ مکروہ ہے؟

ج:۔ ہاں! مکروہ ہے ويكره للانسان أن يخص لنفسه مكاناً في المسجد يصلي فيه (فتاوی عالمگیری) حضرت عبد الرحمٰن بن شبلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی طرح ٹھونگیں اور درندوں کی طرح ہاتھوں کو بچھانے اور مسجد میں اونٹ کی طرح ایک جگہ مخصوص کر لینے سے منع فرمایا ہے۔

س:۔ کیا سجدہ میں دونوں ہاتھ کا بچھانا اور پاؤں کا پھیلانا مکروہ ہے؟

ج:۔ ہاں سجدہ میں بلا عذر دونوں ہاتھ کا بچھانا اور پاؤں کا پھیلانا مکروہ ہے۔

س:۔ اگر کوئی شخص ظہر کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورت پڑھ جائے تو کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا؟

ج:۔ اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔

س:۔ کیا سجدہ صرف پیشانی پر کرنا مکروہ ہے؟

ج:۔ ہاں! سجدہ صرف پیشانی یا صرف ناک پر کرنا مکروہ تحریمی ہے دونوں پر کرنا چاہیئے۔

دعائے مغفرت

ناظر معہد دار العلوم اور تعمیر حیات کی مجلس مشاورت کے رکن جناب ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی صاحب کی اہلیہ جو ذی الحجہ سے صاحب فراش تھیں ۱۰ر شعبان سنہ ۱۴۲۱ھ جمعہ کی صبح کو انتقال کر گئیں۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

مرحومہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے بیعت تھیں، شریعت کی پابندی کا بڑا اہتمام فرماتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ مغفرت فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون: ۲۳۴۴۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی
آئیڈیل پرفیوم سینٹرز (پرائیویٹ لمیٹڈ) قنوج

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی —

● نام کتاب: رابطہ "مولانا سید نور الحسن نمبر"
مرتب: نذر الاسلام نظمی
صفحات: ۱۲۰، سائز $\frac{۲۰\times۳۰}{۸}$
ناشر: نذر الاسلام نظمی بٹگم وہار، تعلیم آباد، نئی دہلی،

یہ ایک سہ ماہی رسالہ ہے جس نے اپنے سرپرست حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے ایک قدیم رفیق مولانا سید نور الحسن صاحب مرحوم پر ایک خصوصی نمبر (جولائی تا دسمبر ۱۹۹۹ء) شائع کیا ہے جو یقیناً ان کے شایانِ شان ہے لیکن اس میں تاخیر نے اس کی اہمیت کو قدرے متأثر بھی کیا ہے مولانا مرحوم کے تلامذہ کی تعداد اس لئے خاصی ہے کہ انھوں نے تقریباً ۵۰ سال ندوۃ العلماء میں تدریس کے فرائض انجام دیئے اور موجودہ ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی مدظلہ کو ان سے شرف تلمذ بھی حاصل ہے انھوں نے اس خصوصی اشاعت میں اپنے محبوب استاد کو اقبال کے "نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز" سے خراج عقیدت پیش کیا ہے، جبکہ مولانا شمس الحق ندوی نے "ہر دلعزیز استاذ" اور ڈاکٹر شفیق احمد خاں ندوی نے "بحیثیت مُربّی" کے پیش کیا ہے اور دوسرے مضمون نگاروں نے ان کے ادبی و شعری ذوق، اسلوب بیان، شخصیت کی دلآویزی اور اعلیٰ اخلاق و کردار پر روشنی ڈالی ہے، اور ان کا سراپا پیش کردیا ہے جس سے ایک فرشتہ صفت انسان اور مرد مومن کی صحیح تصویر سامنے آتی ہے۔

● نام کتاب: جدید یسرنا القرآن
مرتب: نعیم الرحمن صدیقی ندوی
صفحات: ۳۶، قیمت تین روپئے، سائز $\frac{۱۸\times۲۲}{۸}$
ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ پوسٹ بکس ۹۳ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بچوں کی قرآنی تعلیم اور انھیں عربی و اردو زبان سے واقف کرانے کیلئے یہ ایک مفید کوشش ہے جسے آسان قرآنی قاعدہ کا اگر نام دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ بچوں کی ذہنی سطح اور نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے پچھلے قاعدوں کی روشنی میں فاضل مرتب نے جو کہ ندوی ہیں اور مشہور قلمکار اور مفکر و مفسر مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے خاندان کے فرد ہیں ایک مفید کام انجام دیا ہے جس کی ضرورت تھی، امید ہے کہ مدارس میں اس کا تجربہ کیا جائے گا۔ اور اگر ایسا کیا گیا تو ان شاء اللہ اچھے نتائج برآمد ہوں گے

● نام کتاب: سرمایۂ معلومات
مؤلف: مولانا احمد ٹنکاروی فلاحی
صفحات: ۹۰، سائز $\frac{۲۰\times۳۰}{۱۶}$، قیمت درج نہیں
ملنے کا پتہ: جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ ۳۹۳۰۳۰ ضلع بھروچ (گجرات)

مشہور فقیہ زمانہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "مَنْ جَهِلَ بِأَهْلِ زَمَانِهِ فَهُوَ جَاهِلٌ" جو شخص اپنے زمانہ کی طرز زندگی، معاشرت و معاشیات معاملات و ترویجات، مزاج و مذاق ملکی و داخلی آئین و قوانین مثلاً تعزیرات، ریلوے نظام، شعبہ ڈاک وغیرہ سے ناواقف و ناآشنا ہو وہ دنیاوی پریشانیوں سے دوچار ہوگا۔

مولانا احمد ٹنکاروی فلاحی قابل قدر ہیں کہ انھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور "سرمایۂ معلومات" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی جس میں شعبۂ ڈاک، ریلوے، بجلی، جغرافیہ، عدالت ملکی و بیرونی سفر، اوزان اور بینکنگ نظام کے علاوہ دیگر بہت سی دنیاوی جنرل معلومات تفصیل کے ساتھ جمع کردی ہیں۔ جن کا جاننا ہر شخص خصوصاً طلباء مدارس کیلئے ضروری ہے۔ جنرل معلومات کے موضوع پر یہ کتاب بڑی مفید ہے۔

● نام مجلہ: ماہنامہ حیات نو
خصوصی اشاعت: مولانا صدر الدین اصلاحیؒ، حیات و خدمات
مدیر مسئول: نور محمد فلاحی
صفحات: ۳۲۰، سائز: $\frac{۱۸\times۲۲}{۸}$ قیمت: ۴۰/ روپئے
سالانہ زر تعاون: ۵۰/ روپئے
ملنے کا پتہ: ماہنامہ مجلہ حیات نو، جامعۃ الفلاح، بلریاگنج، اعظم گڑھ (یوپی) ۲۷۶۱۲۱

مولانا صدر الدین اصلاحی مرحوم ایک بلند پایہ عالم دین مفسر قرآن، فکر فراہی کے ترجمان مختلف دینی کتابوں کے مصنف اور تحریک اسلامی کے عظیم المرتبت شخصیت تھے۔

پیش نظر مجلہ ماہنامہ "حیات نو" کی اس خصوصی اشاعت میں مولانا صدر الدین اصلاحی کی دینی اور علمی خدمات اور ان کی زندگی کے مختلف کارناموں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، اور تقریباً چھتیس ۳۶ اہل علم و قلم نے ان کے شایانِ شان خراج عقیدت پیش کرکے ان کی دینی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔

دینی مدارس واسکولوں کی اہم ضرورت کی تکمیل

(از: محمد الیاس ندوی، استاد جامعہ اسلامیہ بھٹکل کرناٹک)

اسلامی جغرافیہ

جغرافیہ وسائنس کا سرکاری نصاب اس کے مرتب کرنے والوں کے مخصوص فکری وثقافتی مزاج کی وجہ سے مسلم طلباء کے لئے نہ صرف ناکافی بلکہ نقصان دہ ہے۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ دینی مدارس ومسلم اسکولوں کے طلباء کے لئے ایک ایسا جامع نصاب مرتب کیا جائے جس میں بین الاقوامی جغرافیائی معلومات اسلامی نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے فراہم کی گئی ہو۔

"بین الاقوامی واسلامی جغرافیہ" اسی سلسلہ کی ایک اہم کوشش ہے۔ بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ یہ کتاب ظاہری وباطنی دونوں حیثیتوں سے خوب ہے اور اس قابل ہے کہ مدارس واسکولوں میں پڑھائی جائے۔

اس وقت یہ کتاب خود دار العلوم ندوۃ العلماء اور اس کے ملحقہ اداروں کے درجہ عالیہ اولیٰ یعنی پنجم عربی کے علاوہ ملک کے مختلف مدارس واسکولوں میں بھی داخل نصاب ہے۔ ہندوپاک سے پانچواں ایڈیشن جدید اضافوں کے ساتھ شائع ہوچکا ہے۔

ہندوستان اور مسلمان

یہ کتاب ملک کی تاریخ، جغرافیہ اور شہریت پر مشتمل ہے اور خصوصی طور پر مسلم طلباء کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے لکھی گئی ہے، اس کے مقدمہ میں قاضی اطہر صاحب مبارک پوریؒ لکھتے ہیں کہ یہ کتاب ہندوستان کے بارے میں مسلمانوں کے حوالہ سے ہر قسم کی معلومات کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ ملک کے مختلف مدارس میں یہ کتاب بھی داخل نصاب ہے۔ تیسرا ایڈیشن نئی معلومات اور اضافوں کے ساتھ

مسلم دنیا (ماضی اور حال)

عالم اسلام کے حالات اور معلومات پر مشتمل اس کتاب میں ماضی وحال کی روشنی میں مسلم دنیا کی تاریخی، تعلیمی، سماجی اور اقتصادی حالت کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کے گرانقدر مقدمہ کے ساتھ تیسرا ایڈیشن

ہندوستان میں ناشر: مکتبہ الحسنات، ۲۲۴۱ کوچہ چیلان، دریاگنج، نئی دہلی
پاکستان میں ناشر: مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد، کراچی
ملنے کا پتہ: دار العلم، 31/ محمد علی روڈ، بھٹکل (کرناٹک)